

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

د پارہ ۲۲ - سورۃ الاحزاب

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو
کو تم سے ہر نا پاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کرے خوب تمہارے

حسین بن علی اور یزید بن معاویہ

«مصنف»

سید محمد ریاض الدین سہروردی قادری حشتی
خطیب جامع بغدادی مسجد مارش کوادیز کراچی منبر
ناشر: - مجلس سہروردیہ کراچی

منقبت امام عالی مقام سیدنا حضرت حسین رضی الله عنه

از حضرت خواجه غریب نواز علیه الرحمه

شاه است حسین ^{رض}

بادشاه است حسین ^{رض}

دیس است حسین ^{رض}

دیں پناه است حسین ^{رض}

سر دادند وادوست در دست یزید

حقاً کہ بنائے لاله است حسین ^{رض}

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
 اَهْلَ الْبَیْتِ فَیُطَهِّرَ کُمْ تَطْهِیرًا ۝

(پارہ ۲۲ - سورۃ الاحزاب)

ترجمہ - اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی
 دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے

حسین بن علی رضی اللہ عنہما

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ

سید محمد ریاض الدین سہروردی قادری چشتی مصنف
 خطیب جامع ہندادی مسجد مارتن گوارڈز کراچی نمبر
 ناشر ————— مجلس سہروردیہ گواچی

(جلد حقوق بحق مصنفہ محفوظ ہیں)

ڈسٹریبیوٹر کراچی

حمد و نعت

تمام تعریف اس خالق کائنات کیلئے ہے کہ جو اپنی ذات اور صفات میں
یگانہ و یکتا ہے جس نے انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت
و یطہرکم تطہیراً فرما کر اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ناپاکی کو
دور فرما دیا اور انہیں پاک کر کے خوب تھرا کر دیا۔ اور قل لا اَسئکم علیہ
اجراً الا الملوحة فی القربی کی رو سے امت مسلمہ پر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے قرائتوں کی محبت واجب و لازم کر دی اور انہیں امت میں
بلند و بالا مقام عطا فرمایا۔

لا محمد و دور و دور و سلام اس ذات اقدس پر کہ جس کا نام نامی و اسم
گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جمائے کا آخری رسول باعث تملین کائنات
ہے، اس پر نبوت و رسالت ختم ہو گئی اس نے آیت تطہیر اور آیت صودۃ
کی احادیث کے ذریعہ سے وہ توضیح و تشریح فرمائی کہ امت اس کے بابرکت
اہل بیت اور بلند پایہ قرائتداروں کے صحیح مقام سے آگاہ ہو گئی خدا نے
بزرگ و برتر کی ان گنت رحمتیں اور برکتیں ان کے اہل بیت اور قرائتدار
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر نازل ہوں آمین۔ یا رب العالمین سید
سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

نذرانہ عقیدت

اے اللہ العالمین محض تیرے فضل سے تیرا یہ ناپجز بندہ اپنی اس
تصنیف کو تیری رضا جوئی اور تیرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے اپنے شیخ و مرشد
اعلیٰ حضرت والامرتبت مولانا ابوالفیض خواجہ سید
قلندر علی شاہ سہروردی رحمۃ اللہ کی وساطت
سے و یگانہ رسول سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی
بارگاہ قدس میں بطور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی
سعادت حاصل کرتا ہے، شرف بار یابی عطا فرما اور
اسے اس کی نجات کا سامان بنا۔

تیرا گناہگار بندہ
ریاض سحر و خری عفی اللہ عنہ



حسین علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں

نحمدہ و نستعینہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَعَصُونَ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ
لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَمْدِيَ الظَّالِمِينَ

(سورہ بقرہ پارہ اول)

ترجمہ:۔ اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے
آزمایا، تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔ فرمایا میں تمہیں
لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد
سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

امامت سے نبوت مراد ہے یا تمام لوگوں کا دینی پیشوا ہونا تاکہ
تمام ادیان میں آپ کی عزت و عظمت ہو، اور آپ کے بعد تمام
شریعتوں میں آپ کے قوانین پر عمل رہے اور ہزار ہا بنیاد کے
واحد موجد ہوں۔ لغت میں ہر پیشوا کو امام کہتے ہیں مگر اصلاح
میں دینی پیشوا امام کہلاتا ہے (تفسیر نعیمی)

اللہ کریم کے اس عظیم انعام کو دیکھ کر سیدنا حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بعض اولاد کیلئے بھی منصب امامت
کی درخواست کی تو رب تعالیٰ نے جواب میں فرمایا لا یتال
عہدی الظلمین میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

عہد سے وعدہ امامت مراد ہے اگر امامت سے نبوت
مقصود ہو تو معنی یہ ہیں کہ ہماری نبوت ناسقوں کو نہیں ملے گی
اور اگر دینی پیشوائی مراد ہو تو معنی یہ ہیں کہ کفار دینی پیشوائی
کے مستحق نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس درخواست کا مطلب
یہ تھا کہ الہی میری اولاد میں بھی بابرکت لوگ پیدا کرنا تاکہ تیری
فرمانبرداری ہمیشہ میرے خاندان میں رہے، اللہ تعالیٰ نے ان
کی دعا قبول فرماتے ہوئے کہا اچھا تم سے اس کا وعدہ کرتے
ہیں لیکن اس اقرار و وعدہ میں تمہاری وہ اولاد شامل نہیں
جو بدکار ہو ان کو یہ برکت نصیب نہ ہوگی (تفسیر نعیمی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ
لا یتال عہدی الظلمین اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مقصد
یہ ہے کہ "منصب من خواہ نبوت باشد و خواہ امامت و"

خواہ خلافت باشد و خواہ ولایت بلکہ قضا و اقتدار و اعتبار
و بادشاہت و امارت و حکومت، ظالموں و فاسقوں را
بموجب حکم شرع شریف نباید داد زیرا کہ درین خدمتہا و
منصبہا عدالت و تقویٰ شرط است (تفسیری عزیز)

ترجمہ :- میرا منصب (عہد) خواہ نبوت و یا امامت خلافت
ہو یا ولایت، بلکہ قضا و اقتدار احتساب و بادشاہت اقد
امارت و حکومت بموجب حکم شرع شریف ظالموں اور فاسقوں
کو نہیں دی جائے گی اس لئے کہ ایسی خدمتوں اور منصبوں کے
لئے عدالت و تقویٰ شرط ہے۔

آیت بالا کی تفسیر سے یہ واضح ہو گیا کہ منصب نبوت یا
امامت و خلافت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صالح اولاد
ہی کیلئے ہے۔ وجعلنا فی ذرّیّتہ النبوة و الکتاب
سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو
پیغمبر و کتاب آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں
ہونی بہا شک کہ رسول کائنات پیغمبر آخر الزمان حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم
علیہ السلام ہی کی اولاد یعنی حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل

پاک میں ہوئے۔

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں اس نسبت سے حسین رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور نہ صرف صالح ہیں بلکہ سرگروہ صالحین ہیں۔ نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی البتہ امارت و خلافت و ولایت تاقیامت باقی ہے جو صالحین کیلئے ہے نہ کہ فاسقوں اور فاجرین کے لئے خدا کے نزدیک حضرت حسین کا جو مرتبہ ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ آپ امام المسلمین ہیں، آپ صرف دنیا ہی میں مسلمانوں کے امام نہیں بلکہ آپ جنت میں بھی اہل اسلام و ایمان کے امام ہوں گے۔ جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

امام حسینؑ اور اہلبیت رسول

ارشاد خداوندی ہے۔

أَلَمَّا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (سورہ احزاب پارہ ۲۲)

ترجمہ :- اللہ تمہیں چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم
سے ہر نا پاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا
کر دے،

اس آیت کریمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اہلبیت کی زبردست فضیلت ثابت ہوتی ہے، حضرت شیخ
عبدالحق محدث دہلوی دشتی اللغات شرح مشکوٰۃ جلد
چہارم میں اہلبیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
”اولی آنت کہ گفتہ شود اہل بیت، اولاد آنحضرت، و ازواج
او بہند و حسن و حسین رضی اللہ عنہما از ایشانند علی مرتضیٰ نیز از
اہل بیت اوست بچہت معاشرت از بہت پیغمبر و انشائیہ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و ازواج مطہرات حسن و حسین رضی
اللہ عنہما اور حضرت علی مرتضیٰ کو اہلبیت کہا جائے۔“

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں اس لئے کہ یہ آیت ان ہی کے بارے میں اتری ہے آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے۔ گو بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بھی اور اس کے سوا بھی اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔"

علامہ ابن کثیر کی اس عبارت کے آخری جملہ سے جسے وہ زیادہ صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہ بات معلوم ہو گئی کہ اہلبیت کا اطلاق صرف ازواج مطہرات پر ہی نہیں ہوتا اہل بیت میں دوسرے حضرات بھی شریک ہیں۔

ازواج مطہرات اہل بیت مکنی ہیں حضرت فاطمہ زہراؑ حسن و حسین رضی اللہ عنہم اہلبیت نسبی، بعض حضرات ایسے بھی ہیں کہ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمی طور پر اہلبیت میں شامل کیا، جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں حضرت دائد بن اسحاق کی حدیث سے ثابت ہے۔ فرماتے ہیں "ایک مرتبہ میں حضرت علیؑ کے گھر گیا، تو معلوم ہوا کہ آپ حضور کی مجلس

میں گئے ہوئے ہیں، میں ان کے انتظار میں بیٹھا رہا، موقوفی دیر
 میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں اور آپ
 کے ساتھ حضرت علی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ
 عنہم بھی ہیں، دونوں بچے آپ کی انگلی تھامے ہوئے تھے آپ
 نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو اپنے سامنے
 بٹھالیا اور دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھالیا اور ایک
 کپڑے سے ڈھک لیا پھر اسی آیت کو تلاوت کر کے فرمایا
 اے اللہ یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے اہل بیت زیادہ
 مقدار ہیں، دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حضرت
 واثلہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دیکھ کر کہا یا رسول اللہ میں بھی
 آپ کی اہل بیت میں سے ہوں، آپ نے فرمایا ہاں تو بھی میری
 اہل بیت میں سے ہے، حضرت واثلہ فرماتے ہیں کہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان میرے لئے بہت ہی بڑی امید
 کا ہے، ایک اور روایت میں حضرت واثلہ فرماتے ہیں کہ
 میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا مضبوط عمل یہی ہے؟
 اس حدیث سے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کا
 اہل بیت رسول علیہ السلام میں شامل ہوتا ثابت ہوتا ہے اسی

طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں بھی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی کسی ایسے ہی موقع پر اپنی اہلبیت میں شامل کیا تھا۔ مگر حضرت واثلہؓ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما اہلبیت حکمی میں داخل ہیں۔ اہل بیت سکنی یا اہل بیت نسبی میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔
 عرض اس بحث سے صرف یہ ہے آیت تطہیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سکنی یعنی ازواج مطہرات اور اہل بیت نسبی یعنی سیدہ فاطمہؓ زہراؓ اور ان کی اولاد حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ رضی اللہ عنہما سمعی شامل ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت دی گئی ہے کہ اے نبی کے گھر والو اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

تفسیر کنز العرفان میں ہے کہ اس آیت میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے کہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ پر ہیزگاری کے پابند رہیں۔ گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیزگاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا، اس طرز کلام سے مقصود یہ ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی

جائے اور پرہیزگاری کی ترغیب دی جائے ؟

شہر احمد صاحب عثمانی مرحوم اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں۔
یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ بنی کے گھروالوں کو ان احکام پر عمل
کرا کر خوب پاک و صاف کر دے اور ان کے رتبہ کے موافق ایسی
قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز
وفاق ہو جس کی طرف یُطہَّرُ کَمَّ کے بعد تطہیراً بڑھا کر اشارہ
فرمایا یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ
باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ مراد ہے جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔
اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں
ہن جاتے ہاں محفوظ کہلاتے ہیں ؟

عثمانی صاحب اہلبیت کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں "اہلبیت
میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے بلکہ آیت کا
خطاب اولاً انہی سے ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے
خود اہلبیت (گھروالوں) میں شامل ہیں بلکہ بعض حیثیتاً ان سے
وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں، جیسا کہ مسند احمد میں الحق کے
لفظ سے ظاہر ہوتا ہے، اس لئے آپ کا حضرت فاطمہ علیہ
حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لپیٹ کر اللہم ھوکارا

اَھْلُ بَیْتِی وَغَیْرَہُ فَرَمَانَا یَا حَضْرَتِ فَاطِمَہُ زَہْرَا کے مکان کے
 کے قریب گزرتے ہوئے الصَّلٰوۃُ اَھْلُ الْبَیْتِ یُرِیْدُ
 اللہ لَیْذُھَبْ عَنْکُمُ الرِّجْسَ سے خطاب کرنا اس
 حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج
 کے حق میں ہوا اور انہی سے مخاطب ہو رہا ہے مگر یہ حضرات
 بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلتِ تطہیر کے اہل
 ہیں۔ باقی ازواجِ مطہرات قرآن کی اولین مخاطب تھیں اس لئے
 ان کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں
 سمجھی گئی ؟

آیتِ تطہیر کی ان تشریحات کے بعد یہ معلوم ہو گیا کہ
 حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل بیت رسول علیہ السلام
 سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر برائی سے پاک صاف کر دیا ہے
 انہیں تہذیبِ نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ
 مقام عطا فرمایا ہے جو دوسروں سے ہر حال ممتاز و فائق
 ہے۔ یہ مقام حاصل کر کے وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم
 تو نہیں بن گئے۔ البتہ گناہوں سے محفوظ ضرور ہیں کیونکہ آپ
 اللہ کے ولی اور اولیاء اللہ کے مقتدا و پیشوا ہیں۔ یزید بن

معاویہ کے بارے میں جو لوگ آپ کی ذات گرامی پر حرف
 گیری کرتے ہیں ان کی طرف سے یہ بڑی زیادتی ہے۔ ایسے لوگ
 حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں، البتہ
 اپنی دنیا اور اپنی آخرت خراب کرتے ہیں، اللہ کریم ہدایت
 بخشنے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی فضیلت

رب لعزت کا فرمان ہے۔
 فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَ
 لَا يَتَسَاءَلُونَ. (پارہ ۱۸ سورہ مومن)
 توجہ سورہ بھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور
 نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔

تفسیر حسینی میں ہے "اس دن یعنی قیامت کے دن نسب
 نہ ہوں گے درمیان ان کے یعنی علاقہ نسب کا منقطع ہو جائیگا
 اور کسی ذی رحم کو کسی اپنے پر رحم نہ ہوگا۔ یوم یفر المرء من
 اخیه وامّہ و ابیہ یا رہ نسب کہ آج کے دن اس
 کے سبب سے باہم فخر کرتے ہیں، قیامت کے دن نفع کا

سبب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس روز نسبت صحیح چاہیے نہ نسب
 صریح اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ تفسیر کنز العرفان
 میں ہے۔ "اس دن آپس کے نسبی تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔
 اور قرابت کی محبتیں باقی نہ رہیں گی اور حال یہ ہوگا کہ آدمی اپنے
 بھائی، ماں باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا۔

تفسیر ابن کثیر اسی آیت کی شرح میں تحریر ہے۔ "جب
 جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا، اور لوگ اپنی قبروں سے زندہ
 ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اس دن نہ تو رشتے ناتے باقی
 رہیں گے نہ کوئی کسی سے پوچھے گا نہ باپ کو اولاد پر شفقت
 ہوگی نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی عجب آپاد بھایا ہوگی؟
 غرض یہ کہ قیامت کے دن نہ کسی کا رشتہ کام آئے گا، نہ کسی
 کا نسب، نسب اور رشتے سب ٹوٹ جائیں گے۔ مگر رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اور رشتہ جس طرح دنیا
 میں نفع بخش ہے اسی طرح آخرت میں بھی ہوگا۔ تفسیر ابن کثیر
 میں ہے۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
 فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جو چیز اسے ناخوش
 کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے

وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے قیامت کے روز سب رشتے ٹٹے
ٹوٹ جائیں گے۔ لیکن میرا نسب، میرا سبب اور میری
رشتہ داری نہ ٹوٹے گی۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ممبر پر فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ہی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ
دے گا۔ بخدا میرا رشتہ دنیا اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔
(تفسیر ابن کثیر)

مسند امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
ہیں، ہم نے کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے کہ جب آپ نے
ام کلثوم بنت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے نکاح
کیا تو فرمایا کرتے تھے، واللہ مجھے اس نکاح سے صرف
یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے کہ ہر سبب و نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا
مگر میرا نسب اور سبب (یعنی یہ منقطع نہ ہوگا) تفسیر ابن کثیر۔
ابن عساکر میں ہے کہ حضور نے فرمایا کل رشتے ٹٹے
اور سسرالی تعلقات بجز میرے ایسے تعلقات کے قیامت کے

بیکٹ جائیں گے، ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جہاں پر نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی (تفسیر ابن کثیر)

شبیر احمد صاحب عثمانی اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں

” بعض احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیامت کے دن سارے نسب اور دامادی کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے (یعنی کام نہ دیں گے) الا نسبی و صہریجی بجز میرے نسب اور صہر کے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے تعلقات عروم سے مستثنیٰ ہیں۔ اس حدیث کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام کلثوم بنت علیؓ بن ابی طالب سے نکاح کیا اور چالیس ہزار درہم ہر باندھا۔“

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ عنہ وسلم سے نسبی تعلق ہے جو دنیا اور آخرت دونوں سے ملا ہوا ہے۔ اس رشتہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو جو دنیا میں نفع پہنچا وہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔ حضور علیہ السلام کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دنیا میں منصب

امارت حاصل ہوا۔ خدا کے محبوب بنے!

اللہ تعالیٰ نے ان کی محبت اہل اسلام پر واجب کر دی
 قل لا اسئلكم علیہ اجرًا الا املو فی فی القربی
 اس محبت پر نص صریح ہے۔ نمازوں میں آل محمد پر درود و
 سلام پڑھنا سنت ہو گیا کہ اس کے بغیر نماز ناقص رہے گی۔
 حضور علیہ السلام کی نسبت ہی کی وجہ سے حضرت امام حسین
 رضی اللہ عنہ مسند ولایت پر جلوہ افروز ہوئے اور اہل محبت
 ولایت کے قبلہ و کعبہ بٹرائے گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے حضور
 دعا کی کہ اے خدا میں حسینؑ کو دوست رکھنا چوں تو بھی انہیں
 دوست رکھ اور ان کو بھی جو انہیں دوست رکھیں، خدا اور
 رسول علیہ السلام کے محبوب بن جانے کی وجہ سے امام حسین
 رضی اللہ عنہ سے امت کے خاص و عام نے اُن سے محبت کی
 اور ان کے اعزاز و اکرام میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا، اور
 اس طرح یہ بھی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب
 بن گئے اور دین و دنیا میں بلند مقامات اور ارفع درجات
 حاصل کئے۔

آخرت میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم علی
 اللہ علیہ وسلم کے نسبی تعلق ہی کی بنا پر بہشتی نوجوانوں کی شہزادی
 حاتمہ پرہیزگی، الغرض سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دنیا
 میں بھی اہل ایمان کے سردار اور آخرت میں بھی اہل ایمان کے
 بہشت میں سردار ہوں گے، یہی ایک صحیح نسبت ہے کہ اس
 کے باقی رہنے سے قیامت کے دن مسلمان خدا اور رسول
 علیہ السلام کی توجہ کے مستحق ہوں گے انہیں اور نزدیک رشتہ
 ناتہ نفع نہ پہنچائے گا، اس لئے کہ ہر نسب اور ہر رشتہ ناتہ
 اس کو کٹ جائے گا، مگر حسین علیہ السلام کی محبت کو رشتہ
 منقطع نہ ہوگا، یزید بن معاویہؓ کو ہر وقیامت اس کا پنا
 نسب کوئی نائد و نہیں پہنچائے گا، یَوْمَ يَفْرَأُونَ مِنْ أَجْزِهِ
 وَاصِّهِ وَابْنِهِ کے تحت نسبی اور قرابتی محبتیں ٹوٹ جائیں
 گی مگر آدمی اپنے بھائی ماں باپ بیوی اور بیٹوں سے فرار
 اختیار کرے گا، یہاں تک کہ یزید اس وقت بھی اپنے نسب و
 قرابت کی توجہ سے محروم رہے گا جبکہ قیامت کے دن اہل اسلام کو اپنے
 نسبی تعلق سے نفع بھی حاصل ہوگا، اس لئے کہ یزید نے اللہ سے دشمنی کی ہے
 جو سے خدا اور اس کے رسول علیہ السلام اور ایمان والوں نے محبت کی ہے،

امام حسینؑ بارگاہ رسالت میں

عبدالرحمن بن ابی نعیم سے روایت ہے کہ کسی عراقی نے
 نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ دریافت
 کیا کہ اگر محرم کسی مکھی کو مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے حضرت
 عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ اہل عراق محرم
 کے مکھی مارنے کی سزا پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے پیغمبر علیہ السلام
 کی صاحبزادی (حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) کے بیٹے حضرت
 امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا
 اَھمَا رَیجَانِی مِنَ الدُّنْیَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا دُنِیَا
 میں میرے دو پھول ہیں (مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب کا مقصد
 یہ ہے کہ عراق والے محرم کے مکھی مارنے کی سزا تو دریافت کرتے
 ہیں کیا انہیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کی
 سزا کا احساس نہیں؟ حال یہ کہ حضرت حسینؑ دنیا میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پھول ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی
 حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم
 کے متعلق فرمایا اَنَا حَرْبُ بَنِي حَاسٍ بِحَقِّهِمْ وَبِئْسَ مَا لَهُمْ
 میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں جو ان سے جنگ کرے
 اور صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے (مشکوٰۃ)
 یہ حدیث یزید اور یزیدوں کے لئے کھلا چیلنج ہے۔
 انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اور ان کے
 مقدس ساتھیوں سے جنگ کی اس جنگ کے ذریعہ سے وہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں آ گئے۔ بھلا جن سے اللہ کا
 رسول جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جائے ان کی بد نجاتی کی کیا حد
 ہو سکتی ہے ؟ ایسے لوگوں کا دنیا بھی خراب اور آخرت بھی
 خراب العیاذ باللہ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ
 سَيِّدَا شَبَابِ أَفْضَلِ الْجَنَّةِ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
 بہشتی جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں
اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

مراد آنست کہ ایٹیاں سید اہل الجنتہ اندزیرا کہ
اہل جنت ہمہ جو انامہ لیکن تخصیص کنند بنیر انبیاء و خلفائے
راشدین یعنی حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما
سوائے انبیاء اور خلفائے راشدین کے تمام اہل جنت کے
سرائییا اور اہل جنت سب کے سب جو ان ہوں گے۔

یزید اور یزیدی آل رسول علیہ السلام سے دشمنی کرنے
کا وجہ سے حسین کریمین رضی اللہ عنہما کی سرداری سے دنیا
و آخرت دونوں میں محروم ہو گئے، نہ جنت میں جائیں گے نہ
حسین کریمین کی سرداری نصیب ہوگی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ ایک شب میں کسی کام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر ہوا، حضور اس حال میں باہر تشریف لائے
کہ آپ اپنی چادر مبارک میں کوئی چیز پیٹے ہوئے ہیں، میں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا چیز ہے جسے
آپ چادر سے پیٹے ہوئے ہیں، میری اس گزارش پر آنحضرت

علی اللہ علیہ وسلم نے چادر کھول دی فاذا الحسن والحسین
 علیٰ حرا کیہ پس ناگاہ میں نے آپ کے دونوں سمت
 حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا جنہیں ایک ستارہ نقیص
 کی طرح چادر شریف میں چھپا لیا گیا تھا فرمایا ہذا ان ابنا ی
 واینا بنتی یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور یہ میری بیٹی حضرت
 فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں پھر فرمایا اللّٰهُمَّ اِنِّی
 اَحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا اٰمَنُی میں ان دونوں
 کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ کر رکھ اور
 اے بھی دوست رکھ جو ان دونوں کو دوست رکھے دشمن کو

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
 اس حدیث مبارکہ کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں از اینجا
 معلوم میشود ابن بنت ابن است چنانکہ ابن ابن ودریں
 ثبوت شریف نسب است از جانب مادر و حجت بر آن
 قول خداوند است خُرَیَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ
 اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیٹی کا بیٹا بیٹیا ہی کہلاتا ہے
 جیسے کہ بیٹے کا بیٹا، نیز اس حدیث سے ماں کی طرف
 سے نسب کی بزرگی کا ثبوت ملتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے

قَوْلِ ذَرِيَّةٍ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ پر حجت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے گھروالوں میں کون سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہے قال الحسن و الحسین فرمایا حسن و حسین رضی اللہ عنہما، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے انا عیالی انہی فی شملہما ویضمہما الیہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ پس حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو آپ سو نگھمتے (جیسے کہ بچوں کو سو نگھا کرتے ہیں، کیوں نہ ہو دونوں صاحبزادے دنیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں ہیں) اور اپنے جسم اطہر کے ساتھ ملاتے (مشکوٰۃ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما سرخ متغص زیب تن کئے تشریف لائے چونکہ دونوں صاحبزادے کمسن تھے۔ اس لئے بچوں کی طرح ان کے قروم میمنت لزوم لڑکھٹاتے

اور وہ گر پڑتے، یہ دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 ممبر سے نیچے اُتر آئے، دونوں صاحبزادوں کو اٹھالیا اور
 اپنے سامنے بٹھالیا پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تھا ہے
 اموال اور تمہاری اُلاؤ محل آزمائش ہے، میں نے ان دونوں
 بچوں کو دیکھا جو راستہ چلتے تھے اور گر گر پڑتے تھے فلم
 اعبہ حتی قطعت حدی شیبی پس میں صبر نہ کر سکا حتی کہ میں
 نے اپنا سلسلہ کلام منقطع کر دیا، اور دونوں کو زمین سے
 اٹھالیا، (مشکوٰۃ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح
 کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا خطبہ ہند و نصیحت اور احکام و امر و نواہی کے بیان میں تھا،
 جسے آپ نے تھوڑی دیر کے لئے ہند کر دیا، آخر میں فرماتے ہیں
 کہ مارا مجال تکلم در احوال شریف نیست واللہ اعلم بحقیقت
 حال حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے احوال شریفیں دم مارنے کی مجال نہیں اللہ تعالیٰ
 اپنے محبوب کے احوال شریفہ کی حقیقت کو سب سے زیادہ
 جاننے والا ہے۔

سبحان اللہ! رسول کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسین کربیین رضی اللہ عنہما کے لڑکھڑانے اور گرنے کی تکلیف کو بھی رقت و رحمت و شفقت کی بنا پر برداشت نہیں کر سکے۔ یزید یوں کے ہاتھوں میدان کر لیا۔ میں انام حسین رضی اللہ عنہ اور رافع کے ساتھیوں پر جو ظلم و تشدد کیا گیا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری ہوگی! اس کا ثبوت حضرت سلمیٰ زوجہ ابورافع رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ملتا ہے، فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے دیکھا کہ وہ رو رہی تھیں، میں نے رونے کا سبب پوچھا۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کا سر مبارک اوڑھ اڑھی مبارک خاک میں آلودگی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہوا؟ قال مشہدت قتل الحسینؑ انفا، ارثا و فرمایا، حاضر شدم کشتن حسین راکنون یعنی میں ابھی قتل حسین پر حاضر ہوا۔

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ

رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی، اور حضرت امام
 حسین رضی اللہ عنہ ۶۱ھ میں شہید ہوئے تو اس حدیث
 میں انفا جس کے معنی ابھی ابھی میں، کیونکر درست ہو سکتا ہے؟
 اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگ حضرت ام سلمہ
 رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۲ھ بتاتے ہیں اگر یہ قول درست
 ہے۔ تو کوئی اشکال نہیں و بقول اونیز اشکالے ندارد چہ تواند
 کہ پیش از وقوع آن واقعہ را در خواہ ایشان نمودہ باشند
 و انفا گفتن باعتبار تحقق اوست در آنوقت، فرماتے ہیں کہ
 حضرت ام سلمہ کے قول میں بھی کوئی اشکال و تردد نہیں، اس
 لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ د شہادت حسینؑ سے قبل ہی
 انہیں (حضرت ام سلمہؓ) یہ واقعہ دکھا دیا گیا ہو اور انفا
 فرمانا اس وقت میں ان کے تحقق کے اعتبار سے ہے۔
 اس حدیث سے منقول حسینؑ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کا حاضر ہونا اور سروریش مبارک پر گر دو غبار کا نظر
 آنا شہادت حسینؑ سے آپ کا انتہائی طور پر غنائی ہونا
 ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الْحُسَيْنُ مِنِّي وَأَنَا مِنْ
 حُسَيْنٍ حُسَيْنٌ مجھ سے ہے اور میں حُسَيْن سے ہوں
 أَحَبُّ اللَّهِ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا خَلَّ بِي سَبْطُ
 حُسَيْنٍ كَوَدُودٍ رَهْمَتِي سَبْطُ مَنْ الْأَسْبَاطُ
 حُسَيْنٌ اسباط سے ایک سبط ہے۔

حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تسمیہ حسین
 پر سبط اشارت است بانکہ منشعب میگردد و راز نسل و لے
 خلق کثیر حضرت حسینؑ کو سبط فرمانا یہ اس طرف اشارہ ہے
 کہ آپ کی نسل سے کثیر مخلوق پیدا ہو گئی "ابنہ کو سادات کہا جائیگا۔
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
 کہ حضرت حُسَیٰ سینه سے ہر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے مشابہ ہیں اور حضرت حُسَیٰ سینه سے نیچے تک آپ کے
 مشابہ ہیں۔

حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ فرماتے ہیں "گویا ہر دو ایں
 شاہزادہ مجموعہ آن حضرت ہر دو وجود شریف آنحضرت
 قسمت یافتہ ہر دو میان ہر دو یعنی دو شاہزادے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کا مجموعہ ہیں، اور آپ کا وجود باوجود دونوں
 میں تقسیم ہو گیا تھا۔

امام حسینؑ علمائے اسلام کی نظر میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ لَا اسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا وَاَلَا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبٰی

کہہ دیجئے کہ میں اس (تبلیغ) پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں مگر قرابتداروں میں دوستی، یہ آیت شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں سے دوستی کے لئے نص مہر ہے، اور اس آیت مبارکہ کی روشنی میں اہل اسلام پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں کی دوستی واجب ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربانی سے مراد ہر شخص کے اپنے قرابتداروں میں اگر یہی مراد ہو تو یہ بھی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی دوستی کے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ کہہ سکتا ہے کہ خداوند قدوس اپنے محبوب کی زبان فیضِ نرجان سے یہ حکم تو رسنے کے لئے محبوب سمجھ کر بھیجے گا کہ میں اس تبلیغ کا تم سے کچھ معاوضہ نہیں چاہتا، البتہ اپنے رشتہ داروں سے دوستی کرو کہ یہ میری تبلیغ کا اجر ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

رشتہ دار اس محبت سے مستثنیٰ قرار دیئے جائیں۔

صحیح احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت اور دوستی کرنے کا حکم تو ثابت ہو چکا اب قرآن حکیم سے بھی اس کا بین ثبوت مل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسالت سے لیکر آج تک علمائے اسلام نے مسلمانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر والوں سے دوستی کرنے کی ترغیب دی اور اس کے ظاہری و باطنی نفع سے عوام و خواص کو آگاہ کیا۔ یہ سلسلہ انشاء اللہ اسی طرح تا قیامت جاری رہے گا۔ اہل ایمان اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کر کے خدا اور رسول علیہ السلام کی محبت حاصل کرتے رہیں گے اور بدیاخت لوگ ان کے خلاف لب کشائی کر کے اپنی دنیا اور اپنی عاقبت خراب کرتے رہیں گے۔

اہل بیت سادات کے اعزاز و اکرام اور ان سے محبت و دوستی کی چند روایات محمد دم علاج اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پونے کی قدیم کتاب جوہر ایمان سے دستیاب ہوئی ہیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی مٹھے

پایہ کے بزرگ عالم تھے جن کی وفات ۸۴۸ھ میں بمقام جوپور ہوئی
 ان کا حال محقق و محدث دیلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب
 اخبار الالاخیار میں لکھا ہے کہ قاضی صاحب سادات میں سے ایک
 مرد بزرگ سید اجل سے جو ناخواندہ تھے نزاع کیا کرتے تھے
 اور اپنے آپ کو افضل کہا کرتے تھے سید اجل صاحب کو قاضی
 صاحب کے اس طرز عمل پر ناگوار رہی ہوئی، تو ایک شب کو قاضی
 صاحب نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ
 آپ تنبیہ فرماتے ہیں کہ تو سید اجل سے معافی مانگ، قاضی
 صاحب نے سید صاحب سے معافی مانگی اور سادات کے فضائل
 میں ایک رسالہ "مناقب السادات" لکھا، قاضی صاحب
 اس رسالے میں فرماتے ہیں کہ جب آیت مودۃ یعنی قل لا
 اسئلكم علیہا اجسأ الا المودۃ فی القربی نازل
 ہوئی تو صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض
 کیا کہ حضور آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں کہ جن کی محبت
 خدا تعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر واجب فرمائی آپ نے فرمایا کہ وہ
 میری بیٹی فاطمہؑ ہے اور اس کے شوہر علیؑ بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں
 شیخ احمد بخاری فرماتے ہیں کہ جس کو اولاد رسول

علیہ السلام سے طبعی محبت سے تو یہ عین عنایتِ خدا ہے اگرچہ وہ گناہگار ہی کیوں نہ ہو، اگر محبت طبعی نہ ہو تو محبت اختیاری کرو جو اپنی کوشش اور دوسرے کی ترغیب سے حاصل کی جاتی ہے اگر کوئی کہنے سے بھی ان کی محبت و معرفت حاصل نہ کرنا چاہے تو یہ جان لو کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہے اگرچہ وہ صبح و شام خدا کی عبادت کرتا ہو اور کل علموں کا عالم ہو گیا ہو۔

حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اگر کوئی دعوت کرتا کرتا تو آپ فرماتے کہ میں اس شرط پر تیری دعوت قبول کرتا ہوں کہ سادات کی تعظیم و تکریم کرنا، ان کی حقارت اور تہمین کرنے سے پرہیز کرنا۔ شیخ موصوف سادات کے ساتھ خالص ارادت رکھنے سے قطب زمانہ مشہور ہوئے کتاب "شرف النبوة" حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسروں (حسن و حسین) کے ہاتھ بیکڑ گہرا صحابہ سے فرمایا کہ جو کوئی دل سے ان کی اور ان کے ماں باپ کی اطاعت و محبت کرے گا، وہ میرے ساتھ ہر روز قیامت میرے درجہ حبیب میں ہوگا پھر فرمایا طوبی لکم صلات فی جنات و حب اهل

بتینا وقتل نلک الجنة جو میری اور میرے اہل بیت کی
 محبت میں مرے یا قتل ہو، اس کے لئے جنت ہے۔ تفسیر کشاف
 اور دستور الحقائق میں ہے کہ سادات کے پیچھے چلو ان
 کو اپنے سے بہتر جگہ بٹھاؤ خواہ وہ ناخاندہ کیوں نہ ہوں۔
 فقہانے کہا ہے کہ سیادت کا شرف فتن و فحش کرنے
 سے زائل نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ شرف ہمارے نبی کی مثل
 سے پہنچا ہے سادات کے علاوہ دیگر لوگوں کا شرف گناہ
 کرنے سے زائل ہو جائے گا۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی سہروردی رحمۃ اللہ

کا ارشاد ہے :-

سادات نور ویدہ اعیان عالم اند : از عزت محمد و از حرمت علی
 گر خورده از ایشان صادر شود چه باکد : نتوان برید حرمت ایشان ز جہلی
 از میر آنکہ خواہ گوین گفتہ است : الصالحون للہ والطالحون لی
 سادات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی
 رضی اللہ عنہ کی حرمت سے بڑے لوگوں سے ہیں۔ اگر ان
 سے کوئی خطا ہو جائے تب بھی ان کی تعظیم کر دو کیونکہ خطا
 صادر ہو جانے کی وجہ سے ان کی حرمت زائل نہیں ہو سکتی

اس لئے کہ خواجه گوین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سادات میں جو نیک ہیں ان کا اکرام خدا کے لئے کرو اور جو نیک نہیں ہیں ان کا احتزام میری خاطر سے کرو۔
حضرت نظامی گنجوی فرماتے ہیں :-

سادات افضل اندر گرد و صف شاں علیہ اولاد مصطفیٰ و جگر گوشہ علیؑ
بر فضل شان نظر مکن اے حرز جاہلی : الصالحون لله والطاعون لی
سادات افضل ہیں اور ان کی شان بالکل ظاہر ہے وہ اولاد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے جگر گوشہ اے جاہل ان کے فعل پر نظر نہ کر ان میں جو صالح
ہیں ان کی تعظیم اللہ کے لئے کر اور جو صالح نہیں ان کا اکرام
آنحضرت علیہ السلام کی خاطر سے کر۔

امام محمد حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تمام شب بیدار ہی کرتے
تھے اور دن میں روزہ رکھتے تھے اور بخرش نیت زیارت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اولاد میں سے حضرت امام
باقر علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرتے بمقبرہ پر چاروب کشی
کھاتے، وہاں کے مجاوروں کو کچھ دیا کرتے، اس عمل کی برکت

سے وہ امام اعظم اور سراج عالم کہلائے،
 ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ وخط فرما
 رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں کئی مرتبہ کھڑے ہوئے اور
 بیٹھ گئے، بعد فراغت لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ
 ایک سید زادہ کہیں رہا تھا جب وہ میرے سامنے آتا تو
 میں اسے دیکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا جب وہ سامنے سے ہٹ
 جاتا تو میں بیٹھ کر وعظ کہنے میں مصروف ہو جانا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے
 باپ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ
 شیخ امان اللہ پانی پتی اپنے طالب علموں کو پڑھایا کرتے اور
 جب کوئی سید زادہ کھینٹے ہوئے سامنے آ جاتا تو فوراً کھڑے
 ہو جاتے، اور جب تک وہ سامنے رہتا برابر کھڑے رہتے
 لوگوں نے سبب پوچھا تو جواب دیا کہ مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا
 ہے کہ اولاد رسول علیہ السلام کھڑی رہے اور امان اللہ اس
 کے سامنے بیٹھا رہے۔

ایک مرتبہ سلطان ابواللیث اپنا لشکر کثیر دیکھ کر اس
 نیت سے رو دیا کہ کاش میں اس لشکر کے اپنے امام حسین

مظلوم کی کربلا میں مدد کرتا اور فدا ہو جاتا۔ پس اس شہر کے
کسی بزرگ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ
آپ فرماتے ہیں کہ بادشاہ سے بعد سلام کہدو کہ تیری نیت سے
ہم کو اطلاع ہوگئی تیرے لئے جنت کی بشارت ہے۔

یہ بیان حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث
پر ختم کیا جاتا ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے اپنی تارکھ فیکمہ صا ان تمسکتم بہ
لن تضلوا بعدی کتاب اللہ حبیب قوم و دین
السماء اری الارض و عترتی اهل بیتی و لن یتفرق
قاحتی یومحی علی الخوض فتنظر و کیف تخلفونی
فیحبہا ر مشکوۃ

میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے
لھام لو تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیز کتاب اللہ
ہے۔ جو ایک دراز سی کی طرح ہے آسمان سے زمین کی طرف
اور میری عزت جو میرے اہلبیت ہی کتاب اللہ اور میری
عزت کبھی جدا نہ ہوگی یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر پر
میرے پاس لوٹ آئیں پس غور کرو کہ کتاب اور عزت میں

تم میرے کیسے خلیفے ہو گے یعنی دو دوسرے کیا سلوک
کر دو گے؟

ایک حدیث میں آپ نے اپنے اہل بیت کو نور علیہ السلام
کے سفینہ کی مانند فرمایا۔ ان احادیث میں مسلمانوں کو یہ تعلیم
دی گئی ہے کہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور اہل بیت رسول
علیہ السلام کے ساتھ بہت قریبی تعلق رکھو اور انہیں مضبوطی
سے پکڑے رہو۔ کہ اس عمل سے قیامت تک گمراہ ہونے سے
بچے رہو گے۔ کتاب اللہ ہی میں آنحضرات صلی اللہ علیہ وسلم کے
تراجمداروں سے محبت و دوستی کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ اور کتاب
اللہ ہی میں رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر والوں کی
فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا
انہوں نے عزت رسول علیہ السلام کو بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح
وہ گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے کتاب اللہ اور عزت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر یزید اور یزیدیوں کی قصیدہ
خوانی شروع کر دی۔ یزید کو عزت رسول علیہ السلام پر
ترجیح دینے لگے اسے خلیفہ و امام بنا بیٹھے اور امام حسین
علیہ السلام کو معاذ اللہ باغی کہنے اور ان کے جہاد فی سبیل اللہ

کو اقتدار کی جنگ قرار دینے لگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اپنا حق تبلیغ ادا فرما دیا کہ اگر تم نے کتاب اللہ اور میری عزت کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے، مگر یہ پید کے بھی خواہوں نے کتاب اللہ اور عزت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر گمراہ ہی ہونا پسند کیا اللہ کریم مسلمانوں کو اس منکالت اور زناات سے محفوظ رکھے۔

حضرت امیر معاویہؓ اور احترام اہلبیت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصحاب رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت دگر والوں کا احترام کرتے تھے اور انہیں ہر طرح معزز و محترم جانتے تھے اس لئے کہ اہل بیت نبوی کی نصیبت قرآن حکیم نے واضح طور پر بیان کر دی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کے ذریعہ اسکی پوری تشریح فرمادی تھی، صحابہؓ کتاب و سنت کو سب سے زیادہ جانتے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے تھے چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اہلبیت کی تعظیم و تکریم کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے وہ جلیل القدر صحابی تھے، کاتب وحی

بھی رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال کی طرف سے رشتہ دار بھی تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سہیلیہ صاحبہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اور آپ کے اہل بیت میں شامل تھیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر اہلبیت رسول علیہ السلام کا اعتراف و اکرام کرتے تھے تو انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جنگیں کیوں کیں؟ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت شمار ہوتے ہیں۔

اس کا جواب ہم علمائے اسلام اور مؤرخین کرام سے دریافت کرتے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرمدی رحمۃ اللہ اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔
 اصحاب پیغمبر علیہ السلام سب کے سب عدول ہیں اور جو کچھ ان کی تبلیغ سے ہم کو پہنچا ہے اور ان کی سنت سب صحیح اور

برحق ہے۔ اور وہ لڑائی جھگڑے جو حضرت امیرؓ و حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وقت ان کے درمیان واقع
 ہوئے ہیں وہ ہوا و ہوس حب جاہ اور ریاست کے باعث
 نہ تھے بلکہ اجتہاد و استنباط کے سبب تھے خواہ کسی کے
 اجتہاد میں خطا ہو، اور اس کا استنباط صواب سے دور ہو علمائے
 اہل سنت و الجماعت کے نزدیک ثابت ہے کہ ان لڑائی
 جھگڑوں میں حضرت امیرؓ پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر
 لیکن یہ خطا جس کا منشا اجتہاد ہے طعن و ملامت سے دور
 ہے۔ امیرؓ کے مخالفوں کو طعن کرنا زیارتی ہے جس کا کچھ
 فائدہ نہیں بلکہ اس سے ضرر کا احتمال ہے کیونکہ سب پیغمبر
 علیہ السلام کے اصحاب میں جن میں سے بعض کو جنت کی خوشخبری
 ہے اور بعض ہداری یعنی جنگ بدر والے جو بخشے ہوئے ہیں
 اور آخرت کا عذاب ان سے دور ہو چکا ہے جیسا کہ صحیح
 حدیثوں میں آچکا ہے اَطْلَعُ اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ
 اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ اللّٰهُ تَعَالٰی نے
 اہل بدر کے حال پر واقف ہو کر فرمایا کہ جو کچھ چاہو کرو میں نے
 تمہیں بخش دیا اور بیعت رضوان سے مشرف ہوئے جن کے

حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی روزِ قیامت نہیں ہوگا۔ بلکہ علمائے فرمایا کہ قرآن مجید سے مفہوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ بہشتی ہیں لا یتسوی منکم من انفق قبل الفتح وقاتل او آلہٗ اَوْ اعظمہ حُرَّ جَنَّةٍ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاً وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَاللّٰهُ مَا تَعْمَلُونَ خیر ۵۔

وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور لڑائی کی ان لوگوں سے زیادہ درجے والے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور لڑائی کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک لئے حَسَنٰ یعنی جنت کا وعدہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے خبردار ہے، ملاحظہ کرنا چاہیے کہ اس قسم کے بزرگواروں کو کربرائی سے یاد کرنا اور ان پر بدظن ہونا کس قدر انصاف و دیانت سے دور ہے۔ (مکتوبات، اردو ترجمہ دفتر سوم مکتوب نمبر ۲۴)

وہ صحابہ کرام جو بہت رضوان سے مشرف ہوئے ان کی تعداد چودہ سو یا پندرہ سو تھی، سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضا مندی کی بشارت ان الفاظ میں عطا فرمائی

لقد رضى الله عن المؤمنين اذ يبايعونك
تحت الشجرة . البته يقيناً اللہ راضی ہو گیا مومنین جب
انہوں نے آپ د محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے
نیچے بیعت کی ۔

یہ میدان حدیبیہ کا واقع ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لائے تھے تو
حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے آپ نے تمام صحابہ سے جن
کی تعداد چودہ یا پندرہ سو تھی بیعت لی ۔ رب تعالیٰ نے ان بیعت
کرنے والوں کو اپنی رضا مندی کی سند عطا فرمائی ، مقام غور
ہے کہ اللہ کریم جن کو اپنی رضا مندی کی بشارت دُنیا ہی میں
سنادے ان کے ہیشتی ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے ، مگر
کس قدر تعجب کی بات ہے کہ انہی صحابہ رضی اللہ عنہ پر زبان
طعن و تشنیع کھولی جائے اور ان کے متعلق ایسے فحاشات آمیز
الفاظ استعمال کئے جائیں کہ جن کو بیان کرنے یا لکھتے ہوئے
انتہائی شرم اور گستاخی محسوس ہوتی ہے ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم
کی شان میں بے ادبی کرنے والے یقیناً زبردست خسارے
میں ہیں ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ہمیں وہی روایت اختیار کرنا چاہیے جس کی تلقین حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ الصدر مکتوب میں فرمائی ہے کہ اسی میں دارین کی کھلائی کا راز مضمر ہے۔
حضرت شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۶۲۹ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ ہدایت فرماتے ہیں۔

” طریقہ اہل سنت و جماعت آنست کہ زبان از گفتگوئے ایشان جز بخیر بستہ دارند اگر چیزے بخلاف آن منقول باشد را غماض کنند کہ سلامت دریں است ؟“
اہل سنت و الجماعت کا مسلک یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کلمہ خیر کے علاوہ زبان کو بند رکھیں اگر کوئی بات ان کے حق میں کلمہ خیر کے خلاف منقول ہو تو اس سے چشم پوشی اختیار کریں کہ سلامتی اسی میں ہے۔
مقہمہ ابن خلدون میں ہے :

” وہ جنگیں جو ابتدائی دور اسلامی میں صحابہ میں یا تابعین میں لڑی گئیں وہ کن مقاصد و اغراض کے پیش نظر تھیں تو یوں

سمجھے کہ ان بزرگوں کے اختلاف تمام تر دینی امور میں تھے نہ کہ
 دنیوی معاملات میں اور اولہ صحیحہ میں اجتہاد کرنے سے
 یہ اختلافات رونما ہوئے تھے اور مجتہدوں میں جب اختلاف
 اجتہادی ہوا اور ہم یہ مانیں کہ مسائل اجتہادیہ میں حق ہر حال
 ایک ہی ہوگا اب جس مجتہد کی رائے حق سے مل جائے وہ مصیب
 ہے۔ اور جس کی نہ ملے وہ مخطی اور چونکہ وہ حق کی جہت متقین
 نہیں اس لئے اصابت کا احتمال ہر مجتہد کی جانب ہو سکے گا
 اور کسی خاص مجتہد کو بالیقین مخطی قرار نہیں دیا جاسکے گا اور
 کوئی مجتہد بھی گنہگار و قاب گرفت نہ ہوگا۔ اجماع امت اسی پر
 ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اجتہادی اختلاف کے وقت سب مجتہد
 حق پر ہوتے ہیں اور ہر مجتہد باصواب ہوتا ہے تو پھر تو خطا و گناہ
 کی نسبت کسی طرف بھی نہیں کی جاسکتی۔ اب صحابہ و تابعین کا
 اختلاف ظاہر ہے اجتہادی اختلاف تھا اور مسائل دینیہ
 طینہ میں وہ آپس میں مختلف الرائے تھے۔ تو مذکورہ حکم کے
 بموجب خطا اور گناہ کی نسبت کسی مجتہد کی طرف بھی نہیں جاسکتی؟
 علامہ ابن خلدون جنگ حبش و صفین کے متعلق جو ام المؤمنین
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی

اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے
درمیان لڑی گئیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک ان الفاظ
میں تحریر کرتے ہیں۔

و ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا
گیا کہ جن رصفین کے مقتولین کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے
کہ وہ ناجی ہیں یا قابل گرفت آپ نے جواب دیا کہ قسم بخدا
ان لڑائیوں میں جو بھی مراد ضعیفی ہے، بشرطیکہ اس کا دل پاک ہو
گویا آپ فریقین کے مقتولین کے بارے میں حکم رکھا
رہے تھے، طبری و دیگر مورخین نے یہی الفاظ نقل کئے ہیں
بہر حال یہ وہ بزرگ ہیں کہ جن کی عدالت ہر شک و شبہ و طعن و
تشنیع سے مبرا و پاک ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں کہ جن کے
اقوال و افعال شریعت میں مستند ہیں اور اہل سنت و الجماعت
سما ان کی عدالت پر فیصلہ ہے۔“

مصر کے مشہور نقاد اور نامور محقق ڈاکٹر ابو حسین اپنی
کتاب فتنہ الکبریٰ کے اردو ترجمہ ”حضرت عثمانؓ اور حضرت
علیؓ“ کہ صفحہ ۴۴۵ پر حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان
جو لڑائیاں ہوئیں ان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

” لیکن یہ لوگ تو مسلمان تھے، ان میں سے ہر ایک اس خیال کا تھا کہ اس کا غصہ اللہ کے لئے ہے اس جنگ میں وہ لڑیگا تو خدا کے لئے لڑ کر مر جائیگا، تو اس کی موت خدا کی راہ میں میں ہوگی، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ سے پہلے اپنے ساتھیوں کے سوال کرنے پر کوئی دور کی بات نہیں کہی تھی۔ کہ جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے حق بات پر لڑائی کی اور قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جملہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) صحابی سعید الحدادی قال قال ابی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تبتوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذہباً ما بلغ مد احدہم ولا نصفہ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو سعید حدادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میرے اصحاب کو بڑا دکھو اگر تم سے کوئی خدا کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو اس کا ثواب صحابہ کے

ثواب کے ایک مد یا نصف مد اناج کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔
 (۲) حضرت ابو بردہؓ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ
 سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ
 والتسلیم نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور
 وحی کے انتظار میں اکثر آسمان کی طرف سراقہ منٹھایا
 کرتے تھے، آپ نے فرمایا ستارے آسمان کے لئے امان
 ہیں، جب ستارے ناپید ہو جائیں گے تو آسمان کے لئے
 وہ وعدہ آجائے گا جو کیا گیا ہے (یعنی قیامت کے دن)
 اس کا ٹوٹ پھوٹ جانا، اور میں اپنے اصحابؓ کے
 لئے امان ہوں جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو
 صحابہؓ کے لئے خدا کا وہ وعدہ آجائے گا جو کیا گیا ہے،
 د طرح طرح فتنے اور باہمی جنگیں اور بغض اعراب کا
 ارتداد اور میرے صحابہؓ میری امت کے لئے امان
 ہیں جب صحابہؓ دنیا سے چلے جائیں گے تو میری امت کے
 لئے وہ وعدہ آئے گا جو کیا گیا ہے (یعنی بدعات و
 حوادث فتنہ و شرور کا ظہور ہوگا۔ مشکوٰۃ)
 (۳) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیر امتی شرعی
یعنی میری امت کے پترین لوگ میرے اصحاب ہیں (مشکوٰۃ)
(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکو صوا۱ اصحابی فافہم
خیار کھتم الذین یلو شہم ثم الذین یلو شہم
ثم یظہر الکذب. میرے اصحاب کا اکرام (عزت)
کرو کہ وہ تم میں بزرگترین اور برگزیدہ ترین ہیں اس
کے بعد ان کا اعزاز و اکرام کرو جو ان سے ملحق
ہیں (تابعین) پھر ان کی تعظیم و تکریم جو ان سے
ملحق ہیں (تابع تابعین) ان کے بعد جھوٹا اور بدعتی
کا ظہور ہوگا۔

اس حدیث کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ ہدایت فرمائی۔

فَلْيَلْزَمُوا الْجَمَاعَةَ. پس لازم ہے کہ جماعت کو اختیار
کرو۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

”پس باپیر کہ لازم گیر جماعت مسلمان را و سوا اعظم

اہل قرون ثلثہ راو متابعت و پیروی کنند ایشان را، پس چاہیے کہ ان تین زمانوں کے مسلمانوں کی جماعت کو کہ جو سواد اعظم ہے اختیار کرے اور ان کا اتباع کرے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا (تکبید کے لئے) میرے بعد انہیں ہر ایک کا نشانہ نہ بناؤ جس نے انہیں دشمن رکھا تو گویا اس نے میری دشمنی کی وجہ سے ایسا کیا (معاذ اللہ) اور جس نے اس سے محبت کی تو گویا اس نے میری محبت کی وجہ سے ایسا کیا، اور جس نے انہیں (صحابہ کو) تکلیف پہنچائی پس یقیناً اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے دکھ دیا تو گویا اس نے اللہ کو ستایا اور جس نے اللہ کو رنجیدہ کیا تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں گرفتار کرے (مشکوٰۃ)۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا کہے کہہ دو لعنۃ اللہ علی شریکہ خدا کی لعنت ہو تمہارے شریک یعنی تم اس فعل بد (صحابہ کو برا

منہی، کی وجہ سے خدا کی رحمت سے دور ہو (مشکوٰۃ)

(۷) حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے اصحابؓ کے اس اختلاف کے متعلق جو میرے بعد ان میں روٹا ہو گا اپنے خدا سے سوال کیا پس اس نے میری طرف یہ وحی کی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمانی ستاروں کی مانند ہیں کہ بعض بعض سے زیادہ روشن اور زیادہ توی ہیں مگر ہر ایک کے لئے نور ہے پس جس نے ان چیزوں میں سے جو ان میں (یعنی صحابہؓ میں) اختلافی تحقیق کوئی چیز ہے لی تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے (مشکوٰۃ) سبحان اللہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے یہ وہ اختلاف ہے کہ جسے

..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے رحمت قرار دیا ہے اختلاف اصتی رحمة

(۸) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحابؓ ستاروں کی مانند ہیں فَبِأَيِّ حِجْمٍ اِقْتَدُوا فَبِأَيِّ حِجْمٍ

ان میں سے تم نے جس کی بھی پیروی کی تم پر ایت پائی قرآنی آیات ، احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، علمائے اسلام اور مؤرخین کے بیانات کی روشنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں کے متعلق سہ درجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے ۔

۱۔ فتح مکہ سے قبل اور فتح مکہ کے بعد جن اصحاب نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور فی سبیل اللہ جہاد کیا ان میں درجات کا فرق تو ہے (مگر فرق مراتب نہ کئی زندقہ) مگر سب سے خدراضحیٰ ہے اس نے سب کو جنت دینے کا وعدہ فرمایا ہے ۔

۲۔ ان کی آپس کی لڑائیاں ہوا و ہوس اور طلب جاہ و ریاست کی وجہ سے نہ تھیں ۔

۳۔ ان کے اختلاف دینی امور میں تھے اور وہ بھی اجتہاد و استنباط کی بنا پر ۔

۴۔ تمام صحابہ مجتہد تھے ، اصابت کا احتمال ہر مجتہد کی جانب ہو سکتا ہے اس بنا پر کسی خاص مجتہد کو بالیقین مخطی قرار نہیں دیا جاسکتا اور کوئی مجتہد بھی گناہگار اور

قابل گرفت نہ ہوگا۔ اجماع امت اس پر ہے۔

- ۵۔ صحابہؓ کو ہمیشہ نیکی سے یاد کرو اگر کوئی چیز اس کے خلاف دیکھو تو اغماض کرو، کیونکہ سلامتی اسی میں ہے۔
- ۶۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جنگ جمل اور عقیقہ کی مقتولین سب جنتی ہیں۔

- ۷۔ صحابہؓ سب کے سب عادل و منصف تھے ان کی عدالت ہر شک و شبہ اور طعن و تشنیع سے مبرا اور پاک ہے۔
- ۸۔ صحابہؓ کے اقوال و افعال شریعت میں مستند ہیں، ان کے ذریعہ سے جو کچھ ہم تک پہنچا وہ سب سچ اور برحق ہے۔
- ۹۔ صحابہؓ حقیقی مسلمان اور سچے مومن تھے۔
- ۱۰۔ صحابہؓ کو بُرا نہ کہو، کیونکہ ان کا ایک مدغلہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہمارے احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر سونے سے افضل ہے۔

- ۱۱۔ صحابہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بہترین لوگ ہیں۔

- ۱۲۔ سب سے بہترین اور بلند گترین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کے بعد تابعین پھر تبع تابعین یہی تین گروہ

سواد اعظم کہلاتے ہیں انہی سے وابستہ رہنا اور انہی کی اطاعت و پیروی کرنا لازم و ضروری ہے۔

۱۳۔ صحابہؓ کے معاملہ خدا سے ڈرتے رہو، انہیں ہدف ملامت نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی تو گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی تو گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک اللہ دشمن رکھا، جس نے انہیں تکلیف دی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی تو اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی اس پر عنقریب خدا کی عذاب نازل ہوگا۔

۱۴۔ صحابہؓ کو بڑا کہنے والا اپنے عمل بد کی وجہ سے خدا کی لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔

۱۵۔ صحابہؓ باہمی اختلاف کے باوجود اللہ کے نزدیک ستاروں کی مانند ہیں، ہر ایک لئے نور ہے کسی بھی صحابیؓ کی اقتداء کرنا ہدایت ہی کا راستہ پانا ہے۔ اب بھی انگریز کوئی اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ اسلام کے خلاف سب کشتائی کرے تو

اس کے لئے ہدایت ہی دعا کی جاتی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔

”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد ابو سفیان کے ساتھ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے آپ جنگ حنین میں شریک ہوئے، آپ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محروروں میں سے ہیں آپ نے ایک سو تریسٹھ حدیثیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور آپ سے بہت سے صحابہ مثلاً ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابو دردا، جریر البجلی، نعمان البصری وغیرہ ہم اور تابعین سے ابن مسیب، حمید بن عبد الرحمن وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کی ہے۔

آپ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں فرمائیں: ”اے ابی معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا بنادے، اے ابی معاویہ کو حساب و کتاب سکھائیے اور آپ اس کو عذاب سے بچائیے، خود حضرت معاویہؓ نے کہا کہ مجھے خلافت

کی اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ جب تو بادشاہ ہو جائے
تو لوگوں سے اچھی طرح سے پیش آنا۔ حضرت امیر معاویہؓ لمبے قد
خوبصورت اور وجیہ آدمی تھے آپ کی طرف حضرت عمرؓ دیکھ کر
فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسری ہیں۔ نیز حضرت علیؓ سے
مردی ہے کہ آپ نے فرمایا معاویہؓ کو یہ اندہ سمجھو جس وقت
یہ تمہارے اندر سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے
سرتن سے جدا کئے جائیں گے، آپ نے رجب سنہ ۳۵ میں
تینتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا، آپ کے پاس حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن اور چادر مبارک تھی آپ
نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ بال مبارک اور ناخن
مبارک میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا اور چادر مبارک
میں پیٹ کر مجھے میرے اور ارحم الراحمین کے درمیان چھوڑ دینا
اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنز کے صفحہ نمبر ۱۶۱
پر ہے۔

”امیر معاویہؓ ابوسفیان کے چھوٹے لڑکے تھے، نفع مکہ
کے بعد اپنے باپ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے، کچھ

عرصہ حضور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گاتب وحی بھی رہے۔ امیر معاویہؓ نے نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ ۱۹ سال حکومت کی۔ آپ نے ہی سب سے پہلے بحری بیڑا تیار کیا اور بحرِ روم میں نصاریٰ کو شکستیں دیں نیز حد درجہ سلطنت کو دوہرہ دور ملکوں تک وسعت دی۔ ملک میں امن و امان قائم رکھا۔ انتظامِ مملکت کو بہترین بنانے کے لئے محکموں کو قائم کیا۔ ”برید“ یعنی ڈاک کا سلسلہ سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے شروع کیا۔ امیر معاویہؓ بہت بڑے سیاستدان، متعلیٰ مزاج اور انصاف پسند تھے مسجد میں بیٹھ کر عوام کی شکایت سنتے؟

حسینؓ کریمین سے امیر معاویہؓ کا سلوک

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی تھا وہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اطہیت کے فضائل و مناقب اور ان کے ادب و احترام کو قرآن حکیم احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ خود حضور علیہ السلام کی زبان اقدس سے سن چکے تھے اس لئے وہ آپ کے گھر والوں اور قرابتداروں کا پورا پورا اعزاز و اکرام کرتے تھے خاص طور پر سیدنا

حضرت امام حسن اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی جس طرح وہ عزت کیا کرتے تھے، اسلامی تاریخیں آج بھی اس پر گواہ ہیں، اگر یہ کہا جائے کہ اگر وہ حسینؑ کریمین کی عزت و توقیر کیا کرتے تھے تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ فاس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلاف کیوں فوج کشی کی،؟

اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور حدیث میں ہے جو بخاری شریف میں ہے جس کو ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اس طرح روایت کیا ہے، فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور دوسری مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اور فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے وَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يُصْلِحَ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ساٹھ ہزار کا لشکر لیکر کوفہ کی

طرف ردانہ ہوئے اس کی اطلاع جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ بھی چالیس ہزار کا شکر بیکر مقابلہ کے لئے چل پڑے آخر چند شرائط پر صلح ہو گئی اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صحیح ثابت ہوئی۔

اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فوج کشی میں پہل نہ کرتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے کبھی پہل نہ ہوتی۔ وہ بہت ہی صلح کل تھے اور کسی صورت میں مسلمانوں کا خون بہانا نہیں چاہتے تھے۔ اور اسی لئے آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح بھی کر لی، قدرت نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی سے پہل کرائی تاکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی کثیر فوج لے کر مقابلہ کے لئے آٹھ کھڑے ہوں اور جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہو جائیں گی تو بغیر لڑے بھڑے ان میں صلح کر دے اور اس طرح اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا فرما دے صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا برتاؤ رہا، اس کے متعلق مصر کے مشہور محقق و نقاد ڈاکٹر طحطاہ حسین انبی کتاب حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ میں نظر میں۔

” حضرت حسنؓ امیر معاویہؓ کے وفادار تھے ان کی ہمت اور

ان کے عہد و پیمان پر قائم اور جس قسم کی بھی امداد کی ضرورت
ہوتی ان سے حاصل کرتے؟

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "امیر معاویہؓ حضرت حسنؓ پر بڑی
کرم کی نگاہ رکھتے تھے ان کو عطیات سے نوازتے تھے؟

مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آباد اپنی کتاب
تاریخ اسلام حصہ اول میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد تکمیل صلح حضرت امیر معاویہؓ کوفہ سے دمشق کی جانب
روانہ ہوئے اور جب تک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ زندہ
رہے ان کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ نے بڑی تعظیم و تکریم
کا برتاؤ کیا۔

اور برابر ان کی خدمت میں حسب قرار داد و صلح نامہ
روپیہ بھیجتے رہے۔

ابونعیم عبدالحکیم خاں نشترخاوند صہری اور عبدالحمید
صاحب حمیدایم لے ایم او ایل اپنی کتاب تاریخ اسلام
مطبوعہ کتاب منزل لاہور میں تحریر کرتے ہیں کہ جو صلح نامہ
حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان لکھا گیا
تھا۔ اس میں یہ شرطیں بھی تھیں۔

” حسن بن علی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہم اور ان کے متعلقین کو امیر معاویہؓ کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے، اور یہ دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جہاں چاہیں گے رہیں گے۔ امیر معاویہؓ اور ان کے عاملین وغیرہ کو یہ حق نہ ہو گا کہ وہ انہیں اپنا ماتحت سمجھ کر ان سے جبراً کسی ذاتی حکم کی تعمیل کرائیں۔ امیر معاویہؓ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو صوبہ اہواز کا خراج برابر بھیجتے رہیں گے، بیت المال کو نہ کا سارا روپیہ امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ملکیت تصور کیا جائے گا اور وہ اپنے اختیار سے اس پر جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے، امیر معاویہ انعام و اکرام کے وقت نبی ہاشم کو دوسروں پر مقدم رکھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے صلح نامہ کی تمام شرائط کو بے چوں و چیرا تسلیم کر لیا، اور ان پر آخر وقت تک اسی طرح عمل کرتے رہے جس طرح حضرت امام حسنؓ کی مرضی تھی۔

اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ نیروز سنٹر میں ہے۔

۱۔ امیر معاویہؓ نے امام حسنؓ کے کہنے کے مطابق انہیں پچاس لاکھ درہم سالانہ اور ایران کے ایک ضلع کا مایہ کوئے کے خزانے اور ان کے چھوٹے بھائی حسینؓ کو بیس لاکھ درہم سالانہ

منظور کئے۔

اسی طرح فتوح شام و ترجمہ مولانا غلام رسول مہرا میں بھی درج ہے۔ البتہ انہوں نے پچاس لاکھ اور بیس لاکھ کی بجائے حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت امام حسنؓ کے لئے پانچ لاکھ درہم اور حضرت امام حسینؓ کے لئے دو لاکھ درہم منظور کئے تھے۔

... .. مولانا نے پانچ لاکھ اور دو لاکھ کی روایتوں کو اس بنا پر درست تسلیم کیا ہے کہ ان کے خیال میں پچاس لاکھ اور بیس لاکھ درہم بہت بڑی رقمیں ہیں اور ایسی گراں بہا و تیفی مقرر کرنا ممکن نہیں۔ مگر یہ محض ان کا داہمہ ہے حضرت امیر معاویہؓ اگر اس سے بھی زیادہ وظائف منظور کرتے تو وہ ان کو ادا کرتے اہلیت رکھتے تھے، انیس سال تک جس شاہانہ سٹاٹھ سے انہوں نے حکومت کی ہے، اس کے پیش نظر گراں بہا وظائف مقرر کرنا ان کے لئے مشکل نہ تھا کیوں نہ ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ وسلم نے ان کے سامنے ہی ان کے بادشاہ بننے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔

کتب سابقہ میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ تحریر ہے کہ پیغمبر آخر الزماں کی ولادت کی جگہ مکہ ہوگی، ہجرت کا مقام مدینہ ہوگا، اور ان کی بادشاہت ملک شام میں ہوگی، اس خدا کی پیشگوئی کے تحت شام میں حضرت امیر معاویہ کی بادشاہت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بادشاہت تھی، اللہم صلی علی محمد وعلی آلہ و اصحابہ وسلم

وفات سے قبل امیر معاویہ کی مزید کوصیت

علامہ ابوالحسنات مولانا سید محمد احمد صاحب قادری علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "اوراق غم" کے صفحہ ۲۵۹ پر علامہ ابواسحق اسفرائینی کی کتاب نور العین فی مشہدالحسین کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہ اپنے اراکین دولت کو یہ وصیت کرتے رہے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کسی کے حکم کی وقعت نہ کرنا، تمام حکموں سے مقدم ان کا حکم ہے، تمام اخراجات سے مقدم ان کے اخراجات ہیں، یہاں تک کہ لشکر میں یہ بھی تنخواہ جائے پہنچے ان کی خدمت

میں پیش ہو جائے۔

جب آپ (حضرت امام حسینؑ) دربار معاویہؓ میں تشریف لاتے تو آپ کی کرسی اپنی داکنی جانب لگاتے سواری میں پہلے شہزادہ سوار ہوتے بعد میں جناب امیر معاویہؓ غرضیکہ معاویہؓ اور شہزادہ کے درمیان ایک مدت تک یہی تعلقات یگانگت رہے۔

علامہ ابوالحنات نلیہ الرحمتہ "اوراق غم" کے صفحہ ۲۶۰ پر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کو جب اپنی موت کا یقین ہو گیا، تو انہوں نے یزید کو دو وصیتیں فرمائیں ایک عام رعایا کے حق میں اور دوسری شہزادہ حسینؑ اور اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم کے متعلق دونوں وصیتیں عربی میں ہیں، امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہلبیت کے متعلق جو وصیت کی گئی، اس کا ترجمہ یہ ہے،

"میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اے میرے بیٹے! حسینؑ اور اس کی اولاد اور بھائی بہنوں اعزۃ اقربا رفقہ اور تمام نبی بائتم کے حق میں پوری وصیت، کسی دن اے یزید اپنی رعیت کے لئے کوئی جہاد امر بھاری نہ کیجو جب تک شہزادہ حسینؑ

سیدنا حسینؑ سے مشورہ نہ کر لے۔ تیرا کوئی حکم حسینؑ سے
 حکم سے بلند نہیں اور تیری کوئی ضرورت ... ان کی ضرورت
 سے مقدم نہ سمجھی جائے۔ اگر وہ کسی امر میں تجھ سے ناراض
 ہو گئے تو اللہ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہو جائیں
 گے۔ اس لئے کہ ان کے جد امجد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میں جو مالک شفاعت عظمیٰ ہیں، قیامت کے دن پہلے اور پچھلے
 انہی کی امید کریں گے، ان کے باپ مرتضیٰ شیر خدا میں ان کی والدہ
 سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہیں جو سردار ہوں گی نہایت
 کی اور دادی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور سمجھ لے
 بیٹے اگر لڑنے کوئی زیادتی ان کے ساتھ کی اور ان میں سے
 کوئی بھی تجھ سے ناراض ہو گیا، تو میں دنیا و آخرت میں
 تجھ سے بری ہوں اور تو میدان حشر میں مجرموں کے ساتھ
 جہنم میں جائے گا؟

تاریخ اسلام مصنف ابو نعیم عبدالحکیم خاں شترجانشاہ دہری
 و عبدالحمید صاحب حمید ایم اے مطبوعہ کتاب منزل کے
 صفحہ ۲۹۱ پر حضرت امیر معاویہؓ کا ایک طویل خطاب مذکور ہے۔
 جو انہوں نے انہی وفات سے پہلے صبح اک بن قیس اور مسلم بن

عقبہ کے ہاتھ یزید کو بھیجا کیونکہ یزید آپ کی وفات کے وقت دمشق میں نہ تھا۔ خط کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

”اہل حجاز پر ہمیشہ عنایت کی نظر رکھنا وہ تمہاری اصل
 و اساس میں جو حجازی تمہارے پاس آئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا
 اسکی عزت اور اس پر احسان کرنا اور جو نہ آئے اس کی خبر گیری سے
 غافل نہ رہنا اہل عراق پر بھی چشم کرم رکھنا شامیوں سے بھی
 حسن سلوک روا رکھنا۔ خلافت میں تمہارے صرف چار حریف
 ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک حسین بن علیؑ بھی ہیں وہ اگرچہ
 سادہ مزاج ہیں، لیکن ان کی طرف سے خطرہ یقینی ہے عراقی
 انہیں تمہارے مقابلے میں لائے بغیر نہ رہیں گے۔ جب وہ
 تمہارے مقابلے میں آئیں اور تم پر ان پر غلبہ پالو تو درگزر
 سے کام لینا کہ وہ قریبی عزیز ہیں ہم پر ان کا بڑا حق ہے
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ ہیں۔
 تاریخ ابن خلدون حصہ دوم اردو نقیصہ اکیڈمی
 صفحہ ۶۴ پر علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں۔

”سلسلہ میں امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا۔ اپنی موت
 سے کھڑے دنوں پہلے انہوں نے ایک خطبہ دیا جس کے

محبوب علی یہ تھے۔ جو میرے بعد حکمران ہو گا اس سے میں بہتر ہوں جیسا کہ پہلے مجھ سے بہتر تھے اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ملنا دوست رکھتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ میں تیری حضوری چاہتا ہوں تو بھی مجھے اپنی حضوری ہی میں طلب کر لے اور یہ مجھے مبارک کر۔“

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ”اس خطبے کو زیادہ عرصہ نہیں گزر رہا تھا کہ بیمار ہو گئے اور مرض میں یوماً فیوماً زیادتی ہوتی گئی اپنے بیٹے یزید کو بلا کر فرمایا، ”میرے بیٹے میں نے تمہارے لئے اسباب سلطوت اس قدر فراہم کر دیئے ہیں کہ کسی نے آج تک نہیں جمع کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس امر میں اگر غزوات و مخالفت کریں گے تو قریش کے چہا چار حسین بن علیؑ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبدالرحمن بن ابی بکرؓ و رضی اللہ عنہم، لیکن ابن عمرؓ ایسے شخص ہیں کہ جن کا سوائے عبادت کے کوئی کام نہیں چپ کوئی شخص سوائے ان کے بیعت کرنے کو باقی نہیں رہے گا تو وہ بھی تمہاری بیعت کر لیں گے، اور حسین بن علیؑ ایک سیدھی سادھی طبیعت کے آدمی ہیں۔“

مگر اہل عراق ان کو خروج کرنے پر ضرور تیار کر لیں گے، پس اگر یہ تم پر خروج کریں اور تم کو ان پر کامیابی حاصل ہو تو درگزر کرنا ان کا بہت بڑا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نواسے میں الخ؟

مذکورہ بالا تاریخی حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس حد تک اہلبیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احترام کرتے تھے، ان کی خوشنودی چاہتے تھے، ان کے حقوق کا خیال رکھتے تھے، ان کی عظمت و بزرگی کے قائل تھے، اور ان کو عزیز رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے وفات سے قبل یزید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کے ساتھ حسن و سلوک روا رکھنے کی زبردست ہدایت فرمائی خاص طور پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے نیکی کا برتاؤ کرنے کی وصیت کی اس لئے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اور ان کا بڑا حق تھا، مگر یزید نے اپنے والد بزرگوار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تمام نصیحتوں اور وصیتوں کی مطلقاً پروا نہ کی اور ان کے خلاف ایسا ظالمانہ اور سفاکانہ قدم اٹھایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کے اس سلوک کا کچھ احساس ہو گیا تھا، اس بنا پر اسے بلا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص ہدایت فرمائی اور اپنے آخری خطے میں یہاں تک فرما دیا کہ ”جو میرے بعد حکمران ہوگا اس سے میں بہتر ہوں؟ بلا شک اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سلوک کرنے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی مثال آپ تھے اللہ تعالیٰ انہیں اچھی جزا عطا فرمائے۔

یزید بن معاویہ رضی

تاریخ اسلام صفحہ ۱۳ پر تحریر ہے۔

”یزید نام، ابو خالد کنیت، مہسین بنت ہمدان کے لڑکے سے تھا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد امارت میں شام میں پیدا ہوا۔ اس نے شامانہ ناز و نعمت کی گود میں آنکھیں کھولیں اور دولت و حکومت کے گہوارہ میں پرورش پائی، امیر معاویہ نے بیٹے کی تعلیم و تربیت خاص اہتمام و توجہ سے کی۔ شباب کی پُر بہار منزل میں قدم رکھا تو حسن و

و عشق کے عالم رنگ و بو میں پہنچ گیا۔ شہر و سخن میں کمال حاصل کیا۔ سپاہ گری میں کافی دستگاہ بہم پہنچائی۔ سیر و شکار کا بے حد شوق تھا، لیکن میدان جہاد میں قدم رکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ والد نے اصلاح کے لئے سخت جدوجہد کی قسطنطنیہ کی مشہور مہم پر زبردستی روانہ کیا۔ ایک حصہ فوج کی سرداری بھی عنایت کی۔ دودنہ امیرج بھی بنا کر بھیجا مگر طبعی عیش بند کی کے آگے تربیت کی کچھ پیش نہ گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی ہی میں یزید کی ویسہ سی کی بیعت لی تھی اس لئے باپ کے بعد رجب سنہ ۶۰ میں بیٹا تخت نشین ہوا۔

ڈاکٹر الطہ حسین مصر کے نامور نقاد و محقق اپنی کتاب الفتنۃ الکبریٰ کے اردو ترجمہ "عثمان و علیؓ کے عہد ۵۵۹ء پر لکھتے ہیں

"یزید کی نشو و نما حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کے مخالف ماحول میں ہوئی وہ شام میں پیدا ہوا اور گورنری کوکھٹ میں پیدا ہوا جہاں خوشحال اور فارغ السہالی کا دور دورہ تھا۔ خدمت کے لئے بہت سے غلام اور لونڈیاں حاضر تھیں وہ ذہین

چالاک، چالباز، دولت و اقتدار کے لئے سرگرم اور وسائل
 مہیا آ جانے پر لطف و لذت اندوزی کے لئے وقف ہو جانے
 والا تھا اس فضا میں یہ قریشی نوجوان بڑا ہوا، تنگدستی دیکھی نہ
 کبھی روکھے پیکھے کی نوبت آئی۔ زندگی کے لئے رکھی دوڑ ٹھوپ
 کی اور نہ کبھی اس راہ میں کبھی کوئی مشقت اٹھائی ہاتھ پاؤں
 مارا تو طبیعت بہلانے کے مشاغل میں اور دوڑ دھوپ کی
 توجہ خوش کرنے کی خاطر، اس ماحول میں جب مسلمانوں کی لگام
 یزید کے ہاتھ میں آئی تو اس کی سیرت اس کے باپ سے بالکل
 جدا تھی اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین
 کی سیرت سے بھی اس کو کوئی نسبت نہ تھی۔

تاریخ ابن خلدون جلد دوم مطبوعہ نفیس اکیڈمی کے
 صفحہ ۳۷ اور ۴۵ پر یزید کے متعلق یہ تحریر

”زیاد نے عبید بن کعب ہیری کو بلا کر کہا، میں نے ایک
 راز سر بستہ میں مشورہ لینے کو بلا یا ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر ^{المؤمنین}
 حضرت امیر معاویہؓ نے مجھے یہ خط لکھا ہے، پیید کی لمبیدی
 کی بابت مشورہ طلب کیا ہے، کیونکہ لوگوں کے تفر سے وہ
 خائف ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ اس امر میں ان کی اطاعت کریں

لیکن مسلمانوں کا اس پر راضی ہونا ایک امر اہم ہے یزید میں
 آوارگی، بیہوشی، بددیانتی، نا اہلی ہے، میرے نزدیک تم
 امیر المؤمنین سے جا کر ملو اور یزید کے افعال سے مطلع کرو۔
 اور صاف صاف کہہ دو کہ یہ کام ہونا دشوار ہے، اگر آپ اس
 کام کو انجام دینا ہی چاہتے ہیں تو عجلت نہ کیجئے۔“

عبید بن کعب نے زیاد کو یہ مشورہ دیا کہ ایسا کرنا مناسب
 نہیں، بہتر یہ ہے کہ امیر المؤمنین کی رائے سے اختلاف نہ کیا جائے،
 اور نہ ان کے لڑکے کو برا بتایا جائے، میں پہلے یزید سے خود ملتا
 ہوں اور اس کو آگاہ کرتا ہوں کہ عوام تمہارے افعال و کردار
 سے ناراض ہیں، اگر مناسب سمجھو تو تم ان افعال و حرکات کو
 چھوڑ دو، تاکہ لوگوں کو دشمنی و عداوت کے لئے، قائل کرنے
 کا زیادہ موقع مل سکے (ابن خلدون) چنانچہ اس پر عمل کیا گیا، اور
 زیاد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ اس مسئلہ میں جلدی
 نہ کیجئے ورنہ لوگ بھڑک اٹھیں گے، اور یہ کام فوت ہو جائے گا،
 امیر معاویہ خاموش ہو رہے؟ (ابن خلدون)

مورخین کے ان بیانات کی روشنی میں یزید کے سخت حکومت
 پر آنے سے پہلے یزید کے اخلاق اور اس کے کردار کی اصل حقیقت

ناظرین کے سامنے آگئی اس کے باوجود اسکی ولیعهدی کی بیعت لی گئی۔ اور وہ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت حکومت پر پراجمان ہو گیا۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے حضرت امام حسین رضی اللہ علیہ کو یزید یوں کے ہاتھوں میدان کربلا میں شہید ہونا تھا۔ اور یزید کے ماتھے پر اس خون ناحق کی وجہ سے ذلت و خواری کا سیاہ داغ لگنا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ السلام نے جہاں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشگوئی فرمائی تھی وہاں امارۃ البیان لڑکوں کی امارت سے پناہ مانگنے کی دعا کی بھی یقیناً دی تھی۔ لڑکوں کی حکومت کا آغاز یزید ہی حکومت سے ہوا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت، اہل مکہ اور اہل مدینہ پر وہ ظلم ڈھائے۔ کہ تو بہ ہی پھیلی۔ حرم رسول علیہ السلام اور حرم خدا کی وہ بے حرمتی کی کہ العباد یا اللہ۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یزید کے بعد حکومت آن کی دوسری وجہ وہ ہے کہ جو مقدمہ ابن خلدون اور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی کے صفحہ ۲۲۱ پر تحریر ہے ”مجھے سمجھے کہ ملک سلطنت عصبت

کا ایک طبعی نتیجہ ہے جس میں اختیار کو کوئی دخل نہیں، عصیت کا خود وجود اس کا متقاضی ہے۔

ابن خلدون عصیت کی طویل بحث کرتے ہوئے اس کی اچھائیاں اور برائیاں واضح کرتے ہیں۔ آخر میں وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یزید کی ولیعہ کی بیعت اسی عصیت ہی کی بنا پر چنانچہ تھے ہیں۔ معاویہؓ نے یزید کو اپنا ولیعہ بنایا۔ اگر ایسا نہ کرتے تو شورش مچ جاتی کیونکہ نبی امیہ اپنے خاندان سے سلطنت کے منتقل ہونے کو کسی قیمت پر گوارا کرنے کے لئے تیار نہ تھے، یہی خاندانی عصیت ہے اگر معاویہؓ کسی اور کو ولیعہ بناتے تو نبی امیہ خود اس پر پلٹ پڑتے گو اس کے ساتھ پہلے سے کسی قدر بھی حسن ظن ہوتا اور اس کی خوبی میں کسی کو شک و شبہ نہ ہوتا۔ ورنہ اس کے خلاف معاویہؓ کے بائے میں کوئی خیال کرنا انصاف کا خون کر لیتے، ان سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ یزید کے فسق و فجور کو جانتے ہوئے اس کو اپنا ولیعہ مقرر کر جاتے خدا کی پناہ ان کے بارے میں ایسی بدظنی؟

حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ عنہ بادشاہ عادل تھے

ابن خلدون کے اس بیان نے حضرت امیر معاویہؓ سے اگرچہ

تمام الزامات کو دور کر دیا ہے تاہم آپ پر یہ الزام کہ آپ نے خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، اس کا جواب دوسری طرح سے بھی دینا ضروری ہے، تاکہ غلط اور بے بنیاد الزامات کا پوری طرح سے قلع مع ہو جائے۔

اس سلسلہ میں صحیح بات تو یہ ہے کہ بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تمام حکمران اگرچہ خلفاء کہلاتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ خلفاء نہیں تھے بلکہ بادشاہ تھے اس لئے کہ ان کی حکومت میں خلافت کے رنگ کی بجائے بادشاہت کا رنگ جلوہ گر تھا، اور اگر وہ خلفاء ہی تھے تو ان کی خلافت علیٰ منہاج نبوت نہیں تھی۔

مقدمہ ابن خلدون کے صفحہ ۲۳۲ پر ہے۔

”حضرت عمرؓ جب شام کے دورہ پر تشریف لے گئے اور حضرت معاویہؓ ان کے سامنے شاہانہ تزک و اقسام و لباس و پوشاک میں نمودار ہوئے تو حضرت معاویہؓ نے یہ سچ و صبح ناگوار معلوم ہوئی اور فرمایا معاویہؓ یہ کیا فرعونیت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین میں ایسے سرحدی مقام پر قیام پذیر ہوں کہ دشمن مجھ سے قریب ہیں، جنگ و جہاد و تزک و اقسام سے ان پر رعب و اب

ڈالنے کی ضرورت ہے یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو رہے
اور چونکہ معاویہؓ نے اپنے فعل کی بنا حق و دین کے مقاصد پر
رکھی اس لئے حضرت عمرؓ نے ان کے کلام کی تردید نہیں فرمائی۔

تاریخ الخلفاء میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ

فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ لمبے قد، خوبصورت بلور و جیہہ
آدمی تھے آپ کی طرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ کر
فرمایا کرتے تھے کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں؟

تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے

فرمایا کہ حضرت امیر معاویہؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خلافت کی
اس وقت سے امید تھی جس وقت سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ معاویہؓ جب تو بادشاہ ہو جائے تو
لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا۔

کتب سابقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر آخر الزما
کے متعلق یہ پیشگوئی درج تھی کہ وہ مکہ معظمہ میں پیدا ہوں گے
مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی بادشاہت
شام میں ہوگی۔ حضرت امیر معاویہؓ کا تقرر حضرت ابو بکر صدیق
رضی اللہ عنہ نے شام میں کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی

آپ کو قائم رکھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ تمام ملک پر حاکم مقرر ہو گئے۔ دتاریخ الخلفاء

اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنز میں ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ ۱۹ سال حکومت کی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہؓ بیس سال تک امیر بھی رہے اور خلیفہ" یعنی آپ اپنے دور حکومت میں شاہانہ کھانڈ باٹھ کی وجہ سے بادشاہ معلوم ہوتے تھے اور عدل و انصاف کی بنا پر خلیفہ۔

اس بحث سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک عادل و انصاف پسند بادشاہ کی حیثیت سے انیس یا بیس سال تک حکومت کی۔ آپ کے بادشاہ بننے کی پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کتب سابقہ میں بھی اس بادشاہت کے قیام کا کھلا ہوا اشارہ تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی وجاہت دیکھ کر ان کو "عرب کے کسریٰ" فرماتے تھے اب جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ ہی تھے تو یہ کہنا کیونکہ درست ہو گا کہ انہوں نے خلافت کو

بادشاہت میں تبدیل کر کے بہت بڑی غلطی کی؟

حق تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق کہ ”میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی پھر بادشاہت شروع ہو جائے گی“ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کو بادشاہت میں تبدیل کرنے سے الزام سے صاف بری ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شش ماہ زمانہ خلافت کے بعد خلافت راشدہ جو علیؓ مہناج نبوت تھی ختم ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی ایک تو اس لئے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی پوری ہو جائے کہ یہ میرا بیٹا (حضرت حسنؓ) مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کا باعث ہو گا اور دوسرے اس لئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق خلافت کا زمانہ ختم ہو گیا تھا اور اب بادشاہت کا دور شروع ہو رہا تھا۔ جس کا آغاز بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت سے ہوا۔

بادشاہت کے قیام کے بعد یزید کو اپنا ولیعهد بنانا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے جائز ہو گیا تھا اگرچہ
 یزید اپنے فسق و فجور کی وجہ سے اس کا اہل نہ تھا، مگر بقول ابن
 خلدون "ملک و سلطنت عصیت کا ایک طبعی نتیجہ ہے جس
 میں اختیار کو دخل نہیں، عصیت کا خود وجود اس کا متقاضی ہے۔
 دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "اگر معاویہؓ کسی اور کو دلیعہ بد بناتے
 تو بنی امیہ خود اس پر لٹ پڑتے، کیونکہ بنی امیہ اپنے خاندان
 سے سلطنت کے منتقل ہونے کو کسی قیمت پر گوارا کرنے کے
 لئے تیار نہ تھے؟

اگر حضرت امیر معاویہؓ یزید کی جگہ کسی اور کو دلیعہ بدی
 کیلئے منتخب کرتے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ پرے ملک میں
 زبردست شورش برپا ہو جاتی، اور مسلمان ایک دوسرے کو
 اس کثرت سے قتل کرتے کہ خون کے دریا بہہ جاتے اس طرح
 اسلامی سلطنت کا وجود ہی خطرے میں پڑ جاتا نہیں کہا جاسکتا
 کہ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو گئی ہوتی تو دشمنان اسلام کے
 ہاتھوں مسلمانوں کو کیا کچھ دیکھنا پڑتا اور طویل و عریض سلطنت
 اسلامیہ کا کیا حال ہوتا؟ ان کا وجود آزادی باقی بھی رہتا
 یا نہیں؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ حیات میں یزید کی اصلاح کی نہ صرف خود کوشش کی بلکہ ان کے بعض اصحابین نے بھی یزید کو راہ راست پر لانے کی ہر ممکن سعی سے کام لیا۔

ڈاکٹر الطحسین مصر کے مورخ و محقق کا بیان ہے کہ "اپنے باپ کے زمانے میں ولیعہد ہونے سے پہلے کی زندگی میں یزید عیش کوشی اور اہوالہیسی میں حد سے متجاوز تھا اتنا کہ لوگوں میں یہ بات عام ہو گئی اور زیادہ کو احتیاط کا مشورہ دینا پڑا اور معاویہؓ کی توجہ مبذول کرانی پڑی کہ لڑکے کے چال چلن پر نظر رکھیں اس کے لئے زندگی میں رہنمائی کا وہ سامان ہتیا کریں جو ولیعہد کی امید واری کے مناسب ہو اور جو اس میں ایسی اہلیت پیدا کر دے کہ بعد میں اتنی بڑی حکومت وہ سنبھال سکے چنانچہ امیر معاویہؓ نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور رومیوں سے معرکوں میں اس کو مقابلے کے لئے بھیجا اور اس پر نگرانی رکھی لیکن جیسی اصلاح وہ چاہتے تھے نہ کر سکے اور ہر حکمرانی کے معاملات میں ان کو مصروف رکھا، اور ادھر بے لگام ہوس رانی سے خود صاحبزادے فرست نہ پاسکے ؟

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

”یزید ایک قرشی نوجوان تھا، لہو و لعب کا دلدادہ
سیر و شکار کا شوقین، شوخ، بے باک، ہوسناک نمازوں
سے بکیر غافل، امیر معاویہؓ نے اس کو لگام لگائی، ردھی
معرکوں میں بھیجا امیرالبح بھی مقرر کیا یہ سب وسیعہ ہونے کی
تہدید تھی، جب دیکھا کہ اب یزید کی روش ٹھیک ہو گئی
ہے تو دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اس کے وسیعہ ہونے
کا اعلان کر دیا۔“

بہر صورت امیر معاویہؓ نے ذاتی طور پر اور ان کے
مصاحبین نے یزید کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت
نہیں کیا لیکن یزید کے مقدریں جو رسوائی ازل سے لکھی ہوئی
تھی، اس کا علاج کسی کے بس کا روگ نہ تھا تاہم حضرت امیر
معاویہؓ نے اس سلسلہ میں اپنا فرض پورے طور پر ادا کر دیا۔

یزید کی تخت نشینی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد
رجب ۴۰ھ میں یزید بن معاویہؓ تخت نشین ہوا، یہی

سے امارۃ البیان یعنی لڑکوں کی امارت کا آغاز ہوا کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی کیونکہ اس کی بنیاد ظلم اور زیادتی پر تھی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے ظاہر ہے۔ اِن هَٰئِیَ الْاَمَمُ بَدَاُ نَبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُونُ خِلَافَةٌ وَرَحْمَةٌ ثُمَّ مَلَكًا عَضُودًا ثُمَّ مَلَكًا جَبَرِيَّةً وَعَتُوًّا وَنِيَادًا فِي الْاَرْضِ يَسْتَحْتَكُونَ الْحَيَّيْمَا وَالْفُرُوجَ وَالْخُمُورَ

یہ کام نبوت اور رحمت سے شروع ہوا، پھر خلافت اور رحمت تھی پھر سخت بادشاہی، پھر سلطنت زیادتی اور ظلم کی اور پھر ملک میں فساد ہوگا، حریر، فروج اور خمر و شراب کو حلال جانیں گے (منصب امامت صفحہ ۱۷۷ اسماعیل دہلوی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک نبوت و رحمت کا زمانہ تھا، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا زمانہ خلافت و رحمت کا زمانہ تھا، سخت بادشاہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کیونکہ بقول علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ "انہوں نے بیس برس تک اس طرح حکومت کی کہ کسی امیر یا کسی عامل نے

کسی جگہ سر نہیں اٹھایا۔ زیادتی اور ظلم والی سلطنت
 کی ابتدا یزید ہی سے ہوئی اس کے زمانے میں ملک میں جو فساد
 ہوئے ان کی مثال ملنا محال ہے۔ اس کے زمانے سے حریر
 فروج اور خمر کو حلال سمجھا جائے لگا اس لئے کہ وہ خود
 ان باتوں کا دلدادہ تھا، گزشتہ اوراق میں اس کی تفصیل
 بیان ہو چکی ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ یزید نے تخت نشین ہونے کے
 بعد بھی اپنے افعال کو خیر باد نہیں کہا بلکہ وہ ننگ خاندان
 ثابت ہوا۔ اس نے اپنے والد کی نصیحتوں کو یکسر نظر انداز کر دیا
 اس کے چال چلن اور اس کے اخلاق و اعمال میں کوئی نمایاں
 تبدیلی نہیں ہوئی۔

مصر کے مورخ ڈاکٹر خالد حسین فرماتے ہیں۔

”اب یہ نوجوان (یزید) آتا ہے اور ایک طویل وعرض
 سلطنت پا جاتا ہے جس کا رامن تو دوست مالا مال ہے لیکن اس
 کی سیاست پیچ و رپیچ ہے۔ اس عظیم سلطنت کے بنانے میں
 اس نوجوان کا کوئی حصہ نہیں۔ اس نے اس کے قیام و استحکام
 میں نہ کوئی محنت کی نہ مشقت اٹھائی۔ ساکم بن گیا، لیکن

حکومت کی خاطر نہ اس نے لطف و لذت کے مشاغل چھوڑے
اور نہ لہو و لعب کی بیہودگیوں سے باز آیا تخت حکومت پر
پر بیٹھ جانے کے بعد یقین کر لیا کہ دنیا اس کی تابع فرمان ہے
اور تمام کام بدستور چلتے رہیں گے اس نے یہ حقیقت اپنے
دل سے بالکل بھلا دی کہ باپ نے اس کی حکومت کیلئے دنیا کو
سموار کرنے میں کیسی کیسی محنت برداشت کی اور کن کن مشکلات
کا مقابلہ کیا (عثمان و علیؓ اردو ترجمہ صفحہ ۵۶۰)

تاریخ شام (اردو ترجمہ مولانا غلام رسول مہر)

صفحہ نم ۳۵ پر ہے۔

یزید کی تربیت اس کے والد نے جزوی طور پر بادیہ
میں اور خصوصاً ہرم میں کی تھی جہاں اس کا مسیحی قبیلہ پھرتا
رہتا تھا۔ دارالحکومت میں بھی وہ مسیحیوں سے ملتا جلتا
رہتا تھا۔ سینٹ جان مذہبی عہدہ داری سے پختہ یزید کا
خاص رفیق تھا، صحرا میں پھرتے پھرتے یزید کو شکار کا شوق
پیدا ہو گیا تھا۔ شہر میں ہوتا تو شراب پیتا اور شکر کھتا،
اردو انسائیکلو پیڈیا کے صفحہ ۸۳۸ پر ہے۔

یزید امیر معاویہ کا بیٹا فاسق و فاجر تھا، حضرت

امام حسینؑ نے اس کی ہیبت کرنے سے انکار کر دیا؟

فاسق کا لغوی معنی ہیں بدکار، نافرمان، گنہگار، پاپی
سرکش، زناکار۔ (المعجم الاظیم عربی اردو لغات صفحہ ۳۱۳۲)
فاجر کے معنی ہیں، زناکار، بدکار، دوسرے کے
ساتھ مل کر شرارت کرنے والا۔

المعجم الاظیم عربی اردو لغات صفحہ ۳۱۳۲

قرآن کریم میں کئی جگہ فاسقوں کا ذکر آیا ہے، اور ان
کی علامتیں بھی بیان ہوئی ہیں، چنانچہ پارہ اول میں
فاسق کی ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ کے عہد و
اقرار کو توڑ دیتا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے، وَهَذَا
يُفَصِّلُ بَيْنَهُمَا ۚ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ
سے کسی کو گمراہ نہیں کرتا سوائے فاسقین کے، تفسیر
مواہب الرحمن میں ہے کہ جو ہر امرِ حق و سنتِ صحیحہ سے باہر
ہو وہ فاسق ہے لیکن فسق کے مراتب ہو جائیں گے چنانچہ
جو شخص عملِ سنت سے خارج ہو وہ عملی بدعتی ہے، اور جو
شخص اعتقادِ سنت سے خارج ہو وہ اعتقادی مبتدع ہے
اور جو شخص حرام کا مرتکب ہو اس کو اصطلاح میں فاسق کہتے ہیں

قرآن حکیم نے ناسقین کے متعلق خود فرمایا کہ الَّذِينَ
يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ يَنْفُ
ناسقین ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے
بعد توڑتے ہیں ایسے لوگ اسلام سے خارج ہیں ایسے لوگوں میں کافر
منافق۔ یہود و نصاریٰ۔ خوارج۔ روافض۔ معتزلہ۔ جہمیہ۔
نیجیریہ غرضیکہ تمام بد فرقے شامل ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ
کے عہد و اقرار کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں۔ مومنین کی
صفات میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے الَّذِينَ يُؤْتُونَ بِعَهْدِ
اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ یعنی مومن ایسے بندے ہیں جو
اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرتے ہیں اور ميثاق کو نہیں توڑتے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آزمانے
اور آزمائش میں پورا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا تھا۔ اِنِّی
جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یَقِیْنًا میں تمہیں تمام لوگوں کا امام
بنانے والا ہوں اس انعام کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے فوراً بارگاہ خداوندی میں عرض کیا قَالَ وَمِنْ ذَرِّیَّتِی
اور میری اولاد سے یعنی کیا یہ منصب امامیت میری اولاد کو
سرمجی ملے گا قال لَا یُنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِیْنَ فرمایا

میرا یہ عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔ مطلب یہ کہ میرا عہد مومنین صالحین کے لئے تو ہے مگر ظالموں کے لئے نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مومنین و صالحین ہیں یہ لوگ امامت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اگرچہ دوسرے مومنین و صالحین بھی حقدار ہیں۔

آخر زمانے میں خلافت علی منہاج نبوت پھر وجود میں آئے گی۔ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام منصب خلافت و امامت پر فائز ہوں گے۔ اور آپ کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت ہی سے ہوگا۔

یزید نے اہلبیت رسول علیہ السلام کے اُس اعزاز و اکرام کو جو انہیں خدا و رسول علیہ السلام کی بارگاہ سے عطا ہوا تھا۔ لحاظ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ اس باب میں اُس نے اپنے والد کی نصیحتوں کی پرواہ تک نہ کی۔ اس نے اہلبیت نبوی کی تحفہ و تزیین میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ اس نے عہد الہی کو توڑ دیا۔ اور فاسقوں میں شامل ہو گیا۔ خدا پناہ میں رکھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت محمد الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ "یزید

نماز کی پابندی کرنے والا۔ نیک کاموں میں سرگرم۔ مسائل فقہ پر گفتگو کرنے والا اور سنت نبوی کا پیروی کرنے والا۔
تھا اور یہ کہ یزید جمعہ و عیدین کی بحیثیت امیر جماعت کرانا۔
نماز کے بعد مجلس علمی منعقد کرتا فقہ و حدیث کے علاوہ علم الانساب
میں اس کو خاص مہارت حاصل تھی۔

یزید کا نماز پڑھنا۔ یا جمعہ و عیدین کو امامت کرانا
اس کے متقی و پرہیزگار ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین بھی نماز پڑھا کرتے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے باجماعت نماز ادا کرتے
آپ کی مجلسوں میں جاتے۔ حضور علیہ السلام کا وعظ بھی سنتے۔ جہاد
میں بھی شریک ہوتے غرض کہ کئی طرح کے نیک کام کرتے
مگر ان نیکیوں سے ان کی منافقت میں کوئی فرق نہیں آیا وہ
منافق ہی رہے۔ اقرآن مجید ان کی منہمت ہی کرتا رہا۔

حضرت محمد الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے اگر یزید کو نماز
پڑھتے ہوئے یا نیک کام کرتے ہوئے دیکھ بھی لیا تو اس سے
یزید کے فسق و فجور میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ پھر بھی فاسق و فاجر
ہی رہا اس لئے کہ فاسق و فاجر بھی نماز پڑھ لیتا ہے اور نیک کام بھی

ایک کام کر لیتا ہے اسکی نیکی اور خالص مومن کی نیکی میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ مشہور کتاب ابریز کے اردو ترجمہ خزانہ معارف کے حصہ دوم میں قطب زماں حضرت شیخ عبد العزیز دماغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ فاسق کی یہ تعریف فرماتے ہیں :-

”فاسق وہ لوگ ہیں جو عبادت کرتے ہیں مگر عبادت اور اطاعت ان کی ذات سے بغیر نیت اور ارادہ سے ہوتی ہے بلکہ اس لئے یہ ان کی عادت بن چکی ہوتی ہے، اس لئے اطاعت کی حالت میں ان کے حرکات و سکنات عادت کی وجہ سے اور طبیعت کی موافقت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور اس میں کوئی مقصد نہیں ہوتا لہذا ان کی اس اطاعت سے کوئی غرض نہیں ہوتی نہ صحیح نہ فاسد اسی لئے ان کی عبادت نہ اللہ کے لئے ہوتی ہے اور نہ کسی اور کے لئے ان کی عبادت صرف اس لئے ہوتی ہے کہ یہ ان کی طبیعت اور عادت بن چکی ہوتی ہے“

حضرت شیخ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یزید کی نمازوں اور اس کی نیکیوں کی حقیقت واضح ہو گئی، وہ چونکہ فاسق و فاجر تھا اس لئے اس کا نماز پر حنا وغیرہ محض طبیعت کی موافقت اور عادت کی وجہ تھا نہ اس میں اس کی نیت کو دخل تھا نہ

اس کے ارادے کو اور نہ اسکی یہ عبادت خدا کے لئے تھی جو
کچھ تھا سب بے مقصد تھا۔

اگر وہ عالم تھا اور فقہ و حدیث کا ماہر تھا، تو کیا قرآن
اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے اہلبیت
نبوی کی فضیلت اور ان کی شرافت و بزرگی معلوم نہیں ہوئی؟
کیا احادیث میں اس نے یہ نہیں پڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے اہلبیت خصوصاً حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام
اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم سے بے پناہ محبت کرتے
تھے؟ کیا احادیث سے مزید کوئی معلوم نہیں ہوا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اہل بیت سے محبت کرنے
اور ان کا احترام کرنے کی ہدایتیں فرمائی ہیں؟ اگر ان باتوں کا
جواب اثبات میں ہے تو پھر یہ بتا دیجئے کہ پیغمبر نے اہلبیت رسول
علیہ الصلوٰۃ والسلام بالخصوص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
کے ساتھ جو کچھ کیا ہو کر دایا کیا معاذ اللہ یہ ان کے ساتھ
اظہار محبت اور اظہار اکرام تھا؟ کیا یہی سنت نبوی کا اتباع
ہے؟ وہ یقیناً فاسق و فاجر تھا۔ اور فاسق و فاجر اللہ تعالیٰ
کا نافرمان اور امر حق سے انکار کرنے والا ہوتا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اس کو علم لافساب میں خاصی مہارت تھی، اگر ایسا ہی تھا تو کیا اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی شرافت کا علم نہیں تھا؟

اگر کہا جائے کہ تھا تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ یزید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب سے تعلق رکھنے والے بزرگوں کے ساتھ جو جو بڑنائو کیا اس نے یزید کو دنیا میں ذلیل و خوار اور آخرت میں خائب و خاسر کر دیا۔ یزید نے آنحضرت علیہ السلام کے قرابتداروں کے ساتھ محبت کی بجائے بے مثال دشمنی کی اور ان کے اعزاز و اکرام کی جگہ بدعیم خویشی ان کی انتہائی تحقیر و تذلیل کی اور اس طرح خود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حقیر و ذلیل ہو گیا۔

آیت مؤتہ

آیت مؤتہ قل لا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی سے امت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں اور گھروالوں کی محبت واجب ہو جاتی ہے۔ یزید نے اس وجہ سے انکار کیا تو ناسق ہو گیا کیونکہ ہر امر حق

سے انکار کرنے والا فاسق ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ السلام سے فرمایا کہہ دیجئے میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا، مگر محبت قرابت کی۔

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا "قریش کے جس قدر قبیلے تھے سب کے ساتھ حضور کی رشتہ داری تھی، تو مطلب یہ ہے کہ تم اس رشتہ داری کا لحاظ رکھو جو مجھ میں اور تم میں ہے، اس میری قرابت کا جو حق تم پر ہے وہ ادا کرو، مسند احمد میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں جو دیلیں دی ہیں جس ہدایت کا راستہ بتایا ہے تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا، سوائے اس کے کہ تم اللہ کو چاہنے لگو اور اس کی اطاعت کی وجہ سے اس سے قرب اور نزدیکی حاصل کرو۔

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تم میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو، آیت مودۃ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق قریش کے تمام قبیلوں سے محبت کرنے اور ان کا لحاظ رکھنے کا وجوب نکلتا ہے، لیکن اس میں بھی تخصیص خاندان نبی ہاشم ہی کی ہوگی، اس لئے

کہ حضرت واثلہ بن اسقع کی روایت کے مطابق قبائل قریش میں
فضیلت نبی ہاشم ہی کی ثابت ہوتی ہے یہ روایت مسلم شریف
میں ہے۔

عن واثلہ بن اُلا سَاقِع قال سمعتُ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ اصطفیٰ
کنانہ من ولد اسمعیل وَاَصْطَفٰی قُرَیْشًا من
کنانہ وَاَصْطَفٰی من قُرَیْشِ بنی ہاشم وَاَصْطَفٰی
من بنی ہاشم حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہا انہوں نے کہ سنائیں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمعیل سے
کنانہ کو برگزیدہ کیا، کنانہ سے قریش کو، قریش سے اولاد ہاشم
کو اور اولاد ہاشم سے مجھ کو برگزیدہ فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں
اسی حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ”پس وہی صلی اللہ علیہ
وسلم برگزیدہ ترین برگزیدگان و خلاصہ خلاصہا باشند“
پس ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب میں برگزیدہ اور
سب کے خلاصہ ہیں۔

مسلم کی حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کے تمام قبائل رشتہ داری کی بنیاد پر واجب الاحترام تو ضرور ہیں۔ مگر بنی ہاشم کا قبیلہ ان میں ممتاز ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے تمام قبائل میں برگزیدہ ہیں اس لئے آپ کا ادب و احترام سب سے زیادہ ہے اور اسی ادب و احترام کے مستحق آپ کے قرائب و اقربا ہیں کہ انہیں آپ سے نسبت و قرابت ہے۔ اور آیت مودۃ کی رو سے یہی سب سے زیادہ محبت کے حق دار ہیں ؟

یزید نے انہی سے زیادہ دشمنی کی، انہی کو سب سے زیادہ ستلایا۔ اور اس بنا پر خدا و رسول علیہ السلام کا معتب و محسوب ہوا گیا اور عامۃ الناس میں بدنام و رسوا ہو گیا۔

مسند احمد کی روایت کے مطابق قربی سے مراد اللہ کی اطاعت کی وجہ سے اس کا قرب اور نزدیکی حاصل کرنا ہے تو اس قرب و نزدیکی کے لئے بھی اللہ کی اطاعت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گھر والوں سے محبت کرنا اور ہر بات میں ان کا لحاظ رکھنا اللہ

اطاعت سے باہر نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ایسا کرنے کی ہدایت فرمائی ہو، یزید نے اس کے خلاف کیا اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب نہیں ہو سکا بلکہ وہ رحمت و رضوان الہی سے بہت دور جا پڑا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے صَوْحَةَ فی القربیٰ کا ترجمہ کیا ہے کہ میری قرابت کے ساتھ احسان اور نیکی کرو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے اہلبیت ہی مراد ہیں جن سے احسان و نیکی کا خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے۔ یزید نے بالکل اس کے خلاف کیا لہذا مورد عتاب الہی بنا اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان اس کا نام برائی سے لیتے ہیں اور اس کی بد اعمالیوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے اسے اچھا نہیں کہتے۔

تفسیر ابن کثیر میں آیت مودّۃ کے شرح میں ابوالدائم کی روایت سے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ بن حسینؓ کو قید کر کے لایا گیا اور دمشق کے بالاخانہ میں رکھا گیا، تو ایک شامی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں قتل کرایا اور تمہارا ناس کرا دیا اور فتنہ کی ترقی کو روک دیا یہ سن کہ آپ نے

فرمایا کیا تو نے قرآن بھی پڑھا ہے اس نے کہا کیوں نہیں؟
 فرمایا اس میں حکم والی سورتیں بھی پڑھی ہیں، اس نے کہا
 واہ سارا قرآن پڑھ لیا اور حکم والی سورتیں نہیں پڑھیں؟
 آپ نے فرمایا پھر کیا ان میں اس آیت کی تلاوت تو نے نہیں کی
 قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة في القربى
 یعنی میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا مگر محبت قرابت کی
 اس نے کہا پھر کیا تم وہ ہو!؟
 آپ نے فرمایا

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی اس تقریب سے
 بھی ثابت ہوا آیت مودۃ میں قربت مراد رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے قراتبہ اور ہیں۔
 حضرت عمرو بن شعبہؓ سے جب اس آیت کی تفسیر
 پوچھی گئی تو فرمایا مراد قرابت رسول علیہ السلام ہے۔
 علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں، ”انہیت کے ساتھ احسان و
 سوگ اور ان کا اکرام و احترام ضروری چیز ہے۔ روئے زمین
 پر ان سے زیادہ پاک اور صاف ستھرا گھرانہ اور نہیں
 حسب و نسب میں اور نفع نہ بانٹ میں بلا شک، یہ سب کے

اعلیٰ ہیں بالخصوص ان میں سے وہ جو متبع سنت نبی علیہ السلام
 ہوں جیسے کہ اسلاف کی روش یعنی حضرت عباسؓ اور
 آل عباسؓ حضرت علیؓ اور آل علیؓ رضی اللہ عنہم اجمعین۔
 ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قریش باتیں کرتے ہوتے ہیں ہمیں
 دیکھ کر چپ ہو جاتے ہیں۔ یہ سنکر مارے غصے کے آپ کی
 پیشانی پر بی پٹ گئے اور فرمایا کہ واللہ کسی مسلمان کے دل
 میں ایمان جاگزیں نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اللہ کے لئے
 اور میری قرا تباری کی وجہ سے محبت نہ کئے۔ (ابن کثیر)
 صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
 نے فرمایا: ”لوگو! حضور علیہ السلام کا لحاظ حضور کی اہلبیت
 میں رکھو۔ ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت
 علیؓ سے فرمایا: خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے قرا تباروں سے سلوک کرنا مجھے اپنے قرا تباروں کے
 سلوک سے بھی پیارا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ
 سے فرمایا: واللہ تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب

کے اسلام لانے سے بھی اچھا لگا اس لئے کہ ہمارا اسلام حضور کو
خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔

شیر احمد صاحب عثمانی و مرحوم اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں۔
"کوئی شبہ نہیں اس بیت اور اقارب بنی کریم علی اللہ علیہ
وسلم کی محبت و تعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم و واجب
ہے اور جزا ایمان ہے، اور ان سے درجہ بدرجہ محبت رکھنا
حضور علیہ السلام کی محبت پر متفرق ہے۔"

یزید نے حضرت امام حسینؑ اور اہلبیت رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کے خلاف ظالمانہ اور معاندانہ اقدام کرنے
قرآن و حدیث اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف علم
بغاوت بلند کیا اس پر بھی اسے حق پر اور حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) غلطی پر سمجھا جانے کو یہ انتہائی
قتل و ست قتل ہے اور کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

بہار شریعت جلد اول صفحہ ۷۶ پر ہے۔
"حضرت حسین رضی اللہ عنہما یقیناً علی درجہ نبوت
کرام سے ہیں ان میں کسی کی شہادت کا منہ نہ گراہے۔
خامس ہے۔ یزید فاسق فاجر و کذاب تھا۔"

معاذ اللہ اس سے اور ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت اہلبیت
کرام رضی اللہ عنہم مقتدایان اہل سنت ہیں جو ان سے
محبت نہ رکھے مردود ملعون خارجی ہے۔

البتہ یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں
علمائے اہل سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم
رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت ہے یعنی اسے فاسق و
فاجر کہنے کے سوا کافر کہیں نہ مسلمان۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حصہ
اول صفحہ ۱۳۱ پر تحریر ہے۔

”یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہ کریں گے اور
خود نہ کہیں گے۔“

یزید فاسق و فاجر تو تھا ہی اب رہی یہ بات کہ
اس پر لعنت جائز ہے یا نہیں ؟ یا اسے کافر کہا جاسکتا
ہے یا نہیں ؟ اس سلسلہ پر انشاء اللہ آئندہ صفحات
میں تفصیلی بحث کی جائے گی۔ اب ذرا حضرت مولانا
حلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں یزید کا مقام

ملاحظہ فرمائیے۔

امریز کے اردو ترجمہ خزانہ معارف کے صفحہ ۴ پر ہے
 "اس میں کوئی شک نہیں کہ جعلی اور بناوٹی صوفی
 حقیقی اولیاء اللہ اور صوفیاء کے بھیس میں لوگوں کے
 سامنے آ کے ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے اور طرح طرح
 کی چالوں سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں جس سے حقیقی صوفی
 اور اہل طریقت بدنام ہو جاتے ہیں اور لوگ ان سے بھی
 بدظن ہو جاتے ہیں انہی صوفی نما لوگوں کے متعلق مولانا
 رومؒ فرماتے ہیں۔

حرف درویشاں بدزیدہ ہے تا گماں آید کہ ہست او کے
 خوردہ گیرد در سخن ہر بایزیدہ ننگ دارد از درون ادبیزید
 ہر کہ داند مرد را چوں بایزیدہ رز محشر حشر گردد و بایزید
 (مشوئی دفتر اول)

یہ صوفی نما لوگ صوفیوں کے الفاظ یاد کر لیتے ہیں تاکہ
 لوگوں کو ان کے متعلق بھی صوفی ہونے کا گمان ہو، یہ لوگ
 اپنی نظریوں میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ پر بھی
 کلمہ چینی کرتے ہیں، حالانکہ ان کا باطن اس قدر سیاہ

ہوتا ہے کہ اسے دیکھ کر یزید کو بھی شرم آجائے لہذا
 جو شخص ایسے آدمی (صوفی نما) کو بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ
 جیسا سمجھے گا اس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں یہ حقیقت
 واضح فرمائی ہے کہ کچھ لوگ حقیقی اولیاء کی باتیں یاد کر کے
 صوفیاء کے روپ میں لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتے ہیں
 اور خود کو حقیقی صوفی ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اکابر اولیاء
 اللہ پر بھی نکتہ چینی کر جاتے ہیں، تاکہ عوام کی نظروں میں
 ان کا بہت بڑا مقام ظاہر ہو، حالانکہ یہ لاشعہ ہوتے ہیں
 ان کا باطن بد اعمالی کی وجہ سے ایسا تاریک ہوتا ہے کہ
 یزید جیسے سیاہ دل کو بھی ان کی حاست دیکھ کر شرم آجائے
 مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے بناؤں مونیوں کا حشر یزید ہی
 کے ساتھ ہوگا، کیونکہ ان کی اور یزید کی حاست یکساں ہے
 ص ۱۰ تشبہۃ بقتول فہو منہم۔

یزید اگر نمازیں پڑھتا تھا اور کھانا کھاتا تو حسینؑ کے
 نامور محقق اور نقاد کی روایت ہے کہ یزید نمازوں سے کبیر
 غافل تھا، جمعہ وعیدین کی امامت کرتا تھا، فقہ و حدیث

اور علم الانساب میں مہارت رکھتا اور نمازوں کے بعد
 علمی مجلسیں لگاتا تھا، تو یہ سب کچھ محض دکھانے کے لئے تھا،
 تاکہ لوگ اسے عالم اور نمازی سمجھیں وہ جو کچھ بھی کرتا تھا محض
 نقابی کرتا تھا اور اس طرح لوگوں کو دھوکہ اور فریب دیتا تھا۔
 اور عوام کی نظر میں بزرگ اور صاحب نصیبت بنا چاہتا تھا
 اس چال بازی اور مکاری میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوا
 کہ اس کے چند تدارج پیدا ہو گئے کہ جہوں نے امام حسین رضی اللہ
 جیسی بے مثال شخصیت سے اس کو افضل سمجھا، یزید کو
 امیر المؤمنین خلیفہ اور نہ جانے کیا کیا کہا اور حضرت امام حسین
 رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ باغی قرار دیا مولانا روم علیہ الرحمۃ
 کے نزدیک یزید بد باطن اور سیاہ دل ہے اور یہی حق ہے
 اس نے وہی روش اختیار کی جو بناوٹی صوفی صوفیوں
 کے خلاف اختیار کرتے ہیں، یزید نے صرف اپنے سے کہیں افضل
 بلکہ روئے زمین پر سب سے زیادہ افضل شخصیت حضرت
 امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف لب کشائی کی اور اس طرح
 خود کو ان سے افضل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اب ایسی
 ہی ناکام کوششیں اس کے یہی خواہ کر رہے ہیں کہ وہ اپنے

کے دل سے بھی زیادہ سیاہ ہیں ان کا شر یزید ہی کے
ساقط ہو گا۔ انشاء اللہ۔

یزید بن معاویہؓ خدا کے حضور

رَاٰ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَعَنَّهُمُ اللّٰهُ فِي
الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّجِيْنًا
وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ يَجْزِيْهُمُ
اللّٰهُ بِمَا كَفَرُوْا قَدْ اُخْتَلَفْنَا فِي الْاَشْيَاءِ مَبِيْنًا

(پارہ ۲۲۰۔ سورہ احزاب)

بے شک جو ایسا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ
کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ ان کے لئے ذلت
کا عذاب تیار کر رکھتا ہے اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں
کو بے کئے ستلتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ یہ آیت عام ہے کسی طرح بھی خدا کے
رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف دے وہ اس آیت کے
ماتحت ملعون اور معذب ہے اس لئے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا گویا خدا کو ایذا دینا ہے جس طرح

آپ کی اطاعت عین اطاعتِ خدا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ہمیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں دیکھو خدا کو بیچ میں رکھ کر میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحاب کو میرے بعد نشانہ نہ بنالینا، میری محبت کی وجہ سے اللہ سے بھی محبت رکھنا ان سے بغض و پیر رکھنا والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے انہیں جس نے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی یقین مائل کہ خدا اس کی بھوس سی اڑا دے گا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اور ان سے ساتھ ہونے والے پرکھنے والے میدان میں یزید اور یزید یوں کے ہاتھوں جو کچھ ہوا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ پہنچی ہو؟ یقیناً آپ کی روح مبارک تڑپ اٹھی ہوگی اور آپ بشطرب الحال ہو گئے ہوں گے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کے نواسے ہیں، آپ ان کو اپنا بیٹا فرمایا، اللہ کو اپنا پھول قرار دیا انہیں صرف اپنا ہی محبوب نہیں بنایا بلکہ خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ تو مجھے، اسے محبوب رکھ، اور حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ الزہراؑ حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں

ارشاد فرمایا کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں اللہ سے جنگ کرنے والا ہوں۔ حسین کریمین کو جنتی نوجوانوں کا سردار فرمایا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ خدا سے دوست رکھے جو حسینؑ کو دوست رکھے۔ ان تمام ارشادات نبوی امام حسین رضی اللہ عنہ کے جن بلند مقامات کی طرف اشارہ ہوتا ان کے پیش نظر یزید نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اُس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہنچی اس طرح یزید نے خدا تعالیٰ کو بھی ایذا پہنچائی۔

اللہ اور رسول علیہ السلام کو ایذا پہنچانے والے کے لئے اس آیت میں جو عذاب رکھا گیا ہے، وہ دُنیا و آخرت میں اُس پر خدا کی لعنت ہے اور دردناک عذاب ہے، یزید اہلبیت رسول علیہ السلام کے ساتھ اپنے بدترین سلوک کی وجہ سے خدا کی لعنت سے نہ دُنیا میں بچ سکا نہ آخرت میں بچے گا اس کے لئے وہاں دردناک عذاب بھی ہوگا، عالم برزخ میں نہیں کہا جاسکتا کہ اس پر کیا گزر رہی ہوگی؟ آخرت کے عذاب کو تو انشاء اللہ سب ہی دیکھ لیں گے۔

آیت کا درمراحہ جس میں فرمایا گیا ہے وَالَّذِينَ

يَوْمَ زُورٍ الْمُرُؤِيُّ وَالْمُرُؤِيَّةُ الْفٰسِقُونَ
فَقَدْ اَحْتَمَلُوا بِحَقِّهَا قَرَأْتُهَا مُبَيَّنَةً ادر جو
ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے سناتے ہیں انہوں
نے بہتان اور کھلا گنا اپنے سر لیا۔

تفسیر کنز العرفان میں اس آیت کا شان نزول یہ لکھا
ہے کہ ”یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں
بدگویی کرتے تھے؟“

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ”جو لوگ ایمانداروں کی طرف
ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں جن سے وہ بری ہیں وہ بڑے
بہتان باز اور زبردست گناہگار ہیں۔“

یزید کے دوستوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے
کے بارے میں یزید کا ساتھ دیکر اس کی بدعت سرائی میں اس
حد تک غلط کیا کہ انہوں نے اسکی تمام ظالمانہ کارروائیوں
کو غلط استدلال کے ذریعہ سے حق پر مٹی قرار دیا اسے خلیفہ
برحق مانا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی ٹھہرایا۔ امام حسین
رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا یہ الزام کھلا ہوا بہتان ہے اسکی

حقیقت تو آپ انشاء اللہ آئندہ صفحات میں معلوم کریں گے
 یہاں صرف انشاء ہی نہایت بالائی رو سے مومنین پر بہتان
 باندھنے والا ان کو بلا وجہ ستانے والا۔ بقول علامہ
 ابن کثیر زبردست گناہگار ہے۔ امام عالمی مقام پر یہ بہتان
 باندھنے والے اگر بغیر توبہ کئے مر گئے تو زبردست گنہگار
 میں گئے، اور اس گناہ کا خیارہ انہیں دنیا و آخرت میں
 جہنمنا پڑے گا، خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
 جن کی تشریف کریں جو لوگ ان کو برا کہیں گے، وہ یقیناً مورد
 لعنت الہی ہوں گے اور ان پر لعنت بھیجی جائے گی۔

یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

بخاری شریف کتاب النکاح میں حضرت مسور بن محترمہ

رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے، فرماتے ہیں۔

”میں نے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک

سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ ہشام بن مغیرہ جو ابو جہل کا باپ

تھا اس کی اولاد نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ انہی لڑکی

کا نکاح علی بن ابی طالب سے کریں، فَلَا آذَنَ شَمَّ لَا

اِنْ اَخِيْنُ شَيْءٌ لَا اَخِيْنُ تو میں تو اجازت نہیں دیتا ہرگز
 کبھی اجازت نہیں دوں گا، ہرگز اجازت نہیں دیتا، ہاں
 یہ ہو سکتا ہے کہ ابو طالب کا بیٹا حضرت علیؑ میری
 بیٹی حضرت فاطمہؑ زہراؑ کو طلاق دیدے وَ يَنْلِجُ اَبْنَهُمْ
 اور ان کی بیٹی سے نکاح کرے فَانْمَأَرْهَى بَضْعَةً فَضْنِي يَوْمَ
 يُبْنِي مَا اَرَا بَحْمًا وَ يُؤْنِي نَبِي مَا اِذَا اَهَابَات
 یہ ہے کہ فاطمہؑ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہے جو اس کو ہرا
 لئے مجھ کو بھی ہرا لگتا ہے اور جس چیز سے اس کو تکلیف ہو مجھ کو
 بھی م سے تکلیف ہوتی ہے۔

شریعت محمدیہ میں اگر استطاعت ہو تو مرد چار بیویاں
 ایک وقت نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ مگر اس حدیث میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدہ
 فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں نکاح ثانی سے منع کر رہے
 ہیں اور اس کی وجہ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر حضرت علی رضی
 اللہ عنہ نے کسی دوسری عورت سے شادی کر لی تو سو کن
 کے آبلے سے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تکلیف
 ہوگی اور چونکہ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور میری اولاد ہونے

کی وجہ سے مجھے محبوب ہے اس لئے سوکن کا آنا جہاں
اس کی تکلیف کا باعث ہو گا وہاں مجھے بھلا اذیت پہنچے گی حضرت
علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
ارشاد کو سنکر نکاح ثانی کے ارادے سے باز آ گئے۔

وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا
دینے والے کی کیا سزا ہے؟ اس لئے آپ اپنے ارادے
سے دستکش ہو گئے۔

مولوی وحید الزمان خان بخاری شریف کی شرح
تیسیر الباری میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھتے ہیں،
”تو حضرت فاطمہ زہراءؓ کو ایذا دینا گویا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے دوسری روایت میں
ہوں ہے، میں حرام کو حلال نہیں کرتا نہ حلال کو حرام کرتا ہوں
لیکن خدا کی قسم رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص
کے پاس ملکر نہیں رہ سکتیں معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا کہ آپ کی بیٹی کے
نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری عورت کرنا ناجائز تھا یہ
یہ خطبہ آپ نے اس وقت فرمایا آنحضرت علیؓ کے دشمنوں

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ لگا دیا کہ علیؑ کا
 ارادہ پکا ہو گیا ہے کہ وہ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کریں۔
 اس خطبہ کے بعد حضرت علیؑ نے فوراً وہ پیغام ترک کر دیا
 حافظ نے کہا کہ جب حضرت فاطمہؑ کو ایذا دینا آنحضرت کو
 ایذا دینا ہوا تو اب خیال کرنا چاہیے کہ جن لوگوں نے امام
 حسنؑ کو زہر دیا اور امام حسینؑ کو شہید کیا یا ان کی شہادت
 کا باعث ہوئے ان کا گناہ کیسا سخت ہوگا، دینا ہی میں ان کو
 سزا ملی، اور آخرت میں تو بڑا سخت عذاب ہونے والا ہے
 منزعیم کہتا ہے کہ اس صحیح حدیث سے مزید پلید اور اس کے
 اعوان و انصار کا موزی رسول اللہ ہونا ناممکن ہے، کیونکہ
 امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے شوق سے زیادہ اور سبکی ایذا
 حضرت فاطمہؑ کی نہیں ہو سکتی اور اس آیت سے . . .
 ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعدہم اللہ
 فی الہابینا والاخرۃ واعداءہم عنایا مصیبات
 سے اللہ اور رسول کو ایذا دینے والوں پر لعنت کرنا جائز
 نکلتا ہے، لہذا مزید پلید اور ابن زیاد بد نہاد اور عمرو بن
 سعد شقی اور شمر لعین اور سنان بن انس نحفی اور خواری وغیرہ

فاتلین امام حسینؑ کے ملعون ہونے میں کیا شک ہے تعجب ہے ان لوگوں پر جنہوں نے ایسے ظالموں بدکاروں پر لعنت کو ناجائز قرار دیا ہے۔

یزید پلید کے باعث قتلِ امام حسینؑ ہونے کا انکار کیا ہے، حالانکہ متواتر نقلوں سے ثابت ہے کہ یزید ہی نے ابن زیاد کو حکم دیا تھا کہ یا امام حسینؑ سے ہدیت لویا ان کو قہر کر کے میرے سامنے لاؤ یا قتل کر دو۔ اور جب سر مبارک امام حسینؑ کا اس کے سامنے لایا گیا، تو مرد مرتے خوشی کی، پہپ کے منہ مبارک پر چھڑی ماری اہلبیت رسالت کی بے حرمتی کی۔
لعنت اللہ علیہ وعلیٰ اعدائہ و انصارہ
الی یوم الیقینۃ و اعنت لہ عذاباً عظیماً۔

کہا جاتا ہے یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، ابن زیاد نے یہ تمام کارروائی اپنی خوشی سے کی، تاکہ وہ اس کا رونا سے یزید کو خوش کر کے کوئی بڑا انعام حاصل کرے، لیکن دنیا کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں ملتی کہ یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے ناخوش ہوا اور اس نے ابن زیاد کو اس پر سزا سنائی۔

یزید کے اس عمل سے صاف ظاہر ہے کہ ابن زیاد نے امام حسینؑ کو یزید ہی کے حکم سے قتل کیا اگر ایسا نہ ہوتا، تو یزید ابن زیاد سے ضرور سختی سے باز پرس کرتا، اور اس کو قرار واقعی سزا دیتا۔

اب رہی یہ بات کہ کیا یزید کو کافر کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یزید نے چونکہ کفر کیا، اس لئے بسے کافر کہا جائے گا، کفر کے لغوی معنی ہیں، چھپانا، ڈھانکنا۔ پوشیدہ کرنا، (المعجم الاعظم اردو عربی لغات صفحہ ۳۹۳) کافر کے سوا ہیں۔ چھپانے والا، اللہ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا، بیدین، لامذہب، غدوموں، ناشکر۔

(المعجم الاعظم صفحہ ۳۹۴)

جو شخص حقیقت کو چھپائے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرے وہ بیدین، لامذہب، غیر مومن اور ناشکر ہے۔

یزید نے اہلبیت اطہار کی ان فضیلتوں اور بزرگوں کا عملی طور پر انکار کیا، جو فضیلتیں اور بزرگیاں اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے اہل بیت کے متعلق قرآن اور حدیث میں بیان فرمائیں، لہٰذا کفر کا مرتکب ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کے متعلق فرمایا **فَبِئْسَ الْأَوَّلُ**

ابلیس ^ط اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ بس سجدہ کیا
 سب فرشتوں نے سوا شیطان کے، انکار کیا اس نے اور
 غرور کیا اور ہو گیا کافروں سے ۔

ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے تمام مراتب و درجوں
 آنکھوں سے دیکھیں ، اللہ نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا علم الاسماء
 عطا کر کے فرشتوں پر نہ صرف فضیلت تامہ بخشی بلکہ فرشتوں
 سے سجدہ تکسیر کروایا ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے
 سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ اس نے اپنے آپ کو آدم علیہ السلام
 سے دوا ذال اللہ العزیز تصور کیا ، اس نے کہا کہ خدا
 خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخُلِقْتَ مِنْ طِْنٍ طَوْنٍ تو نے مجھے آگ
 سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے اس کے دل میں
 تکبر اور غرور سمایا ہوا تھا ، چنانچہ اس نے اپنا تیاں مگایا اور
 کہنے لگا میں آدم کے واسطے سجدہ نہیں کروں گا ، کیونکہ میں اس
 سے بہتر ہوں اور سن بہ زیادہ ہوں اور خلقت میں بھی
 قوی و اشرف ہوں ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ سے پیدا
 کیا اور اس کو خاک سے آگ قوی اور بہتر ہے اس تیاں آرائی
 کی بنا پر کان من الکا ذریعہ کافروں سے ہو گیا (تفسیر مرامیہ فرعون)

منشیوں نے کان کے دو معنی لکھے ہیں اول یہ کہ وہ شروع ہی سے اللہ کے علم میں کافر تھا اور دوسرے کان صار کے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی تکبر و غرور اور مسجد سے انکار کی وجہ سے کافر ہو گیا۔

یزید اگر عالم تھا تو اسے اہل بیت کے فضائل سے اور ان کی تعظیم و تکریم، ادب و احترام، شرف و بزرگی کے احکام قرآن و حدیث سے معلوم ہو چکے ہوتے، اس نے اپنے والد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو آتے جاتے دیکھا ہوگا، اس نے یہ نظارے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کئے ہوں گے کہ حضرت امیر معاویہ کس طرح ان شاہزادوں کا اکرام کرتے ہیں، کس طرح ان کے حقوق کو دوسروں کے حقوق پر مقدم جانتے ہیں اور یہ کہ ان کے لئے مگر انقدر وظائف مقرر کر رکھے ہیں، پھر اس پرستار اور یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات سے قبل ہاشمیوں کے ساتھ، بالخصوص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کو کسی ملوک کی وصیت بھی کی، یہ سب باتیں یزید کے علم میں تھیں مگر حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ کی وفات کے ساتھ ہی اس نے بزم خویش
 یہ سمجھ لیا کہ میں حسینؑ سے افضل ہوں اس لئے الہ کے دہے
 آزار ہو گیا اور ان سے اپنی دشمنی کو انتہا تک پہنچا دیا۔ یزید نے
 نے اپنی فضیلت کے باب میں جس قیاس آرائی سے کام
 لیا وہ بلا تشبیہ ابلیس کی قیاس آرائی سے ملتی جلتی ہے۔
 جس طرح ابلیس کو حضرت آدم علیہ السلام پر کوئی ادنیٰ اسی
 فضیلت حاصل نہ تھی اسی طرح یزید کو حضرت امام
 حسین رضی اللہ عنہ پر کوئی ادنیٰ اسی برتری یا کوئی معمولی سا شرف
 حاصل نہ تھا۔ یزید نے ابلیس کا اتباع کیا خدا اور رسول علیہ السلام
 کے حکم سے منہ موڑ لیا و صا ر صا ر صا ر صا ر صا ر صا ر صا ر صا ر
 میں سے ہو گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ
 رحمۃ اللہ علیہ یزید کو کافر کہنے کے باب میں سکوت اختیار
 فرماتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا سکوت یزید کو کافر
 کہنے کا جواز پیدا کر دیتا ہے۔ وہ امام وقت تھے اور فقہ
 اعظم تھے۔ اگر یزید کو کافر کہنا جائز نہ ہوتا تو وہ ہرگز سکوت
 نہ فرماتے بلکہ واضح الفاظ میں ایسا کہنے سے منع
 کر دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

بخاری شریف کتاب الفتن میں ہے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ الْقَادِقَ الْمَصْدُقَ يَقُولُ هَلَكَةُ أُمَّتِي عَلَى يَدَيَّ غُلَامَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرَاوَانُ نَعْنَةُ عَلَيْهِمْ غَلَمَةٌ.

فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ میں نے صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے قریش کے چند چھوٹوں کے بارگاہ میں میری امت کی تباہی ہوگی۔ مروان نے کہا اللہ ان (چھوٹوں) پر لعنت کرے۔

فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ كَرِهْتُ أَنْ أَقُولَ بَنِي فُلَاَنٍ وَبَنِي فُلَاَنٍ پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں ان کے نام بیان کر دوں فلاں کے بیٹے فلاں کے بیٹے۔

مولوی وحید الزمان خاں بخاری کی شرح تیسیر اباری میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

انہوں (حضرت ابو ہریرہ) نے ظالم حاکموں کے نام انحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ تھے۔ مگر ڈر کی وجہ سے بیان
 نہیں کر سکتے تھے۔ مردانِ خرمک چھو کر دوسروں میں داخل ہوا گیا۔
 اس نے خود اپنے اوپر لعنت کی کئی حدیثوں میں جن کو طبرانی وغیرہ
 نے نکال دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردان
 کے باپ حکم پر لعنت کی اور اس کی اولاد پر بھی لعنت کی جافظ
 نے کہا کہ ان چھو کر دوسروں میں پیدا چھو کر ہیزید پلید تھا اور اجم
 ابی شیبہ نے ابو صہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نکالا کہ میں
 اللہ کی پناہ چاہتا ہوں چھو کر دوسروں کی حکومت سے اگر تم ان کا کہنا
 سنو تو دین کی تباہی ہے اور نہ سنو تو وہ تم کو تباہ کریں۔
 دوسری روایت میں ابن ابی شیبہ کے یوں ہے کہ حضرت
 ابو صہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے چلتے یہ دعا کیا کرتے تھے
 اللہ سہ سہ ہجری کو محمد کو نہ دکھلانے چھو کر دوسروں کی حکومت
 سنو تو ہجری میں مزید سخت حکومت پر بیٹھا اور حضرت ابو صہریرہ
 رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی۔ وہ ایک سال چھوڑ دینا سے گزر گئے۔
 تفتازانی نے کہا جس نے امام حسین کو قتل کیا یا آپ کے قتل کا
 حکم دیا یا آپ کے قتل کو جائز رکھا، یا اس سے فوج مبرا وہ
 بالاتفاق ملعون ہے اور فرید سے یہ بات موافق ناست میں

اس پر اور اس کے مددگاروں سمیت پر لعنت۔
 لیجئے اب تو یزید کے اپنے خاندان ہی کے ایک فرد مردان
 بن حکم کی زبان سے یزید پر لعنت کا حکم ثابت ہو گیا حال یہ کہ
 اس لعنت میں مردان نے خود اپنے آپ کو بھی بقول مولوی
 وحید الزماں نشان کر لیا، اس لئے کہ جن چھ کروڑ کے ہاتھوں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی ہلاکت کی خبر دی
 تھی ان چھ کروڑ میں مردان بھی شامل تھا، رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے چھ کروڑ کی حکومت جن میں سب سے پہلا
 چھپ کر یزید تھا، اور امت پر ان کے ظلم و تشدد کی جہنمی
 فرمائی تھی وہ صرف بحرف صحیح ثابت ہوئی، یزیدی دور میں
 امت پر سب سے زیادہ ظلم و زیادتی ہوئی یہاں تک کہ اس
 ظلم و جور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیت بھی محفوظ
 نہ رہ سکے اور یزیدی سفاکیت کا نشانہ سب سے زیادہ
 حضرت امام حسین اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم بنے لعنت
 اللہ علی الظلمین۔

رومیوں سے جنگ اور مغفرت کی بشارت

مشاق الانوار امام رضی اللہ عنہ صغافی رحمۃ اللہ علیہ

کے صفحہ ۳۷۲ پر ہے۔

أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أَصْنَىٰ يَخْرُونَ وَكَانَ مَدِينَةَ قَيْصَرٍ مَّغْفُورٍ
لَّهُمْ . رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر میری
امت کا جو روم والے بادشاہ کے شہر یعنی قسطنطنیہ سے لڑے
گادہ بختے گئے۔

یہ حدیث بخاری و مسلم سے لی گئی ہے۔ اس کو امام حرام زویہ

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں
کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں سوتے
ہوئے تھے۔ پھر آپ ہتھتے ہوئے جاگے میں نے پوچھا یا حضرت
اس کا کیا سبب ہے۔ تب حضرت نے یہ حدیث فرمائی یعنی
جو لشکر کہ قسطنطنیہ سے لڑے گا اس کے گناہ معاف ہو گئے
اس کے لئے مغفرت ہے۔

مورخ کہتے ہیں۔ جہاد قسطنطنیہ حضرت امیر معاویہ رضی
اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔ آپ نے جو فوج اس جہاد پر روانہ فرمائی

کہا جاتا ہے کہ اس کا قائد یزید ہی تھا، جہاد قسطنطنیہ میں لڑتے
 راتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت
 مرحمت فرمائی ہے، لہذا یہ بشارت یزید کیلئے بھی ہے اور
 یہ اس کے لئے بہت بڑی سعادت ہے یزید کے دوستوں
 نے یزید کے حق میں غلط پروپاگنڈا کر کے اسکو ایک بڑی
 شخصیت کے طور پر دینا والوں کے سامنے پیش کرنے کی
 کوشش کی ہے حالانکہ یزید اپنے فسق و فجور اور ظلم و جبر کی
 بنا پر کوئی اہم شخصیت نہیں بن سکا، جہاد قسطنطنیہ کے بارے
 میں بھی اس کے دوستوں نے اسلامی فوج کا قائد یزید ہی کو
 بتایا ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، یزید میں اس قسم کی کوئی صلاحیت
 نہیں تھی کہ اسے اتنے بڑے لشکر کا قائد بنایا جاتا، تاہم حضرت
 امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کے ایک حصے کی قیادت
 یزید کے سپرد بھی کر دی، جسے مورخین اس طرح بیان کرتے
 ہیں: تاریخ اسلام مصنفہ ابو نعیم عبد الحکیم خاں شتر جاندھری
 و عبد الحمید صاحب حمید ایم۔ اے۔ کے صفحہ ۲۸۵
 پر تحریر ہے۔

۹۔ میں امیر معاویہؓ نے نہایت اہتمام سے مشرقی

رومی سلطنت کے پایہ تخت قسطنطنیہ پر سفیان بن عوف ازدی کی

سپہ سالاری میں زبردست لشکر بھیجا چونکہ اس سے پہلے مکہ و

مدینہ میں بھی اس مہتمم بالشان تاریخی حملے کا اعلان کر دیا گیا تھا۔

لہذا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت عبداللہ

بن زبیرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، حسین بن علیؓ، ابو ایوب انصاریؓ

وغیرہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شہر و حدیث کے

پیش نظر کہ "میری امت کا پہلا شکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا

وہ مغفرت یافتہ ہے" شرق شہادت میں سر کے بل آکر شریک

جہاد ہوئے۔ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی ایک حصہ

فوج کا سردار بنا کر روانہ کیا۔ اس تاریخی حوالے سے یہ ثابت

ہوا کہ پورے لشکر کی قیادت سفیان بن عوف ازدی کے

سپردہ تھی البتہ فوج کے ایک حصہ کا سردار یزید بن معاویہؓ

بھی تھا جو دراصل سفیان بن عوف ہی کی زیرکمان تھا۔

"تاریخ ابن خلدون اردو کے صفحہ ۳۸ پر تحریر ہے۔

"امیر معاویہؓ نے صفحہ میں ایک بہت بڑا لشکر سرفری

سفیان بن عوف بلا دردم کی طرف روانہ کیا اور اپنے لڑکے

یزید کو بھی ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ لیکن یزید نے جانا

سپند نہ کیا اور معذرت کی اس پر امیر معاویہؓ نے اس کی
 روانگی ملتوی کر دی اتفاق سے مجاہدین کو اس لڑائی میں اکثر
 مصائب کا سامنا ہوا غلہ کی کمی، مرض کی زیادتی سے بہت سے
 لوگ مر گئے یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو بے ساختہ اشعار
 پڑھنے لگا دجن کا صرف ترجمہ درج کیا جاتا ہے (مجھ کو اس
 کی مطلق پرداہ نہیں کہ ان کے لشکر کو فرقد دہ میں سختی اور بدبختی
 کا سامنا ہوا جبکہ میں نے بلند ہو کر رنگ برنگ قالینوں پر
 دیر مردان میں تکبہ لگا دیا۔ اور میرے پاس ام کلثوم ہے۔
 یزید کی بیوی عبداللہ بن عامر کی لڑکی) امیر معاویہؓ کے کانوں
 تک ان اشعار کی آواز پہنچی۔ یزید کے بھیجنے کی قسم کھائی
 چنانچہ یزید کو ایک جمعیت کثیر کے ساتھ جس میں ابن عباسؓ،
 ابن عامر، ابن زبیر، ابو ایوب انصاری بھی تھے روانہ کیا،
 مصری محقق و نقاد ڈاکٹر طحطاہ حسین نے بھی یہی لکھا ہے
 کہ یزید جہاد سے جان چراتا تھا، مگر کہ قسطنطنیہ پر اسے زبردستی
 بھیجا گیا تھا۔

جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے لئے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے منفرت کی جو بشارت دی ہے وہ برحق

اور صحیح ہے۔ مگر ان خلدون اور دوسرے مورخوں نے بھارت
 پر تھکر کیا ہے کہ یزید اس معرکہ میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ مگر
 ان کے والد بزرگوار نے اسے زبردستی ایک دستہ فوج کا سردار
 بنا کر اسے اس معرکہ پر روانہ کیا۔ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ
 محض اس کی اصلاح کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے ایسا کیا تاکہ لوگ
 اسکی دیوبندی پر معترض نہ ہوں۔ اب ناظرین اس بات کا فیصلہ
 کریں کہ اس بشارت مغفرت کا یزید کس طرح مستحق ہو سکتا ہے
 جبکہ وہ اس جہاد میں ہر شئی شریک نہیں ہوا۔ والد کی سمجھ سے مجبور
 ہو کر اگر وہ شریک ہو بھی گیا تو کیا ہوا؟ بشارت تو ان لوگوں
 کے لئے ہے جو بطیب خاطر، رضا اور رغبت خود مغفرت کی امید
 پر اس جہاد کے لئے تیار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اسرائیل کے بارے میں فرمایا ہے۔
 يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآئِيْلُ اِذْ كُوْنُوْا اِنْعَمْتٰى اَلَّتِيْ اٰتٰىتُ
 عَلَيْكُمْ وَاَنْتٰى فَضَّلْتُكُمْ عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ

دسورہ بقرہ پارہ اول

اے نبی اسرائیل یاد کرو، میرا وہ احسان جو میں نے تم پر
 کیا اور یہ کہ اس سارے زمانے پر تمہیں بڑائی دی۔

تفسیر فیعی جلد اول صفحہ ۷۶ پر اس آیت کی تفسیر میں درج ہے "تم میں نبی بھیجے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ نعمتیں دیں جو اس وقت دنیا میں کسی کو نہیں دیں اور سب سے بڑی نعمت دی کہ تم کو تمام جہاں سے افضل کر دیا۔ ان باتوں کو یاد کرو اور اس کا شکر یہ اس طرح ادا کرو کہ آج دین اسلام کی خدمت میں سب سے آگے آگے آؤ"

نبی اسرائیل نے خدا کے انعامات و احسانات کا شکر ادا کرنے اور اس کا مطیع و فرمانبردار رہنے کی بجائے ناشکری اختیار کی کفرانِ نعمت کیا اور ایسی ایسی نافرمانیاں کیں کہ ان پر خدائی عتاب و عذاب نازل ہو گئے۔

انہوں نے سامری کے سونے کے بچھڑے کو خدا بنا لیا اسکی پوجا شروع کر دی۔ انبیاءِ علیہم السلام کو شہید کیا ہفتہ کا دن ان کے لئے عبادت کا دن مقرر کیا گیا تھا اور اس دن انہیں مچھلی کے شکام سے منع کر دیا گیا تھا۔ مگر انہوں نے خدا کے حکم کے پیش نظر اس ہفتہ کے دن کی بے حرشی کی۔ اس دن چیلے بہانے سے مچھلیوں کو پکھڑتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کثرت سے سوال شروع کر دیئے وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ نے ان نافرمانیوں کی وجہ سے نافرمانوں کو سزا دی
 ان پر رجز نازل کر دیا۔ رجز کے نفلی معنی سزا اور عذاب اور
 گزندگی کے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ ان پر چالک موت کا
 عذاب نازل ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ طاعون کی بیماری میں
 مبتلا کر دیئے گئے اور ستر ہزار نبی اسرائیل اس بیماری سے مر گئے۔
 من و سلوا کے بارے میں خدا کی ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ
 سے ان پر خواری و فقری مسلط کر دی گئی۔ ہفتہ کے دن کا
 احترام نہ کرنے کی وجہ سے وہ بندر بنا دیئے گئے جو انہیں دیکھتا
 لعن طعن کرتا لہذا وہ درکارے ہوئے ذلیل بندر بن گئے
 ان پر پانی کا طوفان آیا جس میں نافرمان بہہ گئے۔ پھر تیز پاں
 آگئیں جو ان کے کھیت وغیرہ کھائیں، پھر قمل کا سیلاب
 آگیا جو ایک چھوٹے سے کیڑے کی شکل میں قمل نے ان کے گھر
 جسم اور فحلہ وغیرہ میں تباہی و بربادی مچا دی پھر مینڈکوں کا
 طوفان آیا جو ان کے گھروں اور مجلسوں میں بھر گئے، مینڈکوں
 نے عجب طرح کا عذاب برپا کر دیا جس سے نافرمانوں کی زندگی
 اجیرن ہو گئی، پھر موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ان کے کنوین
 نہریں پانی کے برتن وغیرہ سب خون سے بھر گئے کہ نبی اسرائیل

پانی کو ترس گئے۔

اس قسم کے عذاب ان کی بار بار نافرمانیوں کی وجہ سے

کھوڑے کھوڑے وقفے کے بعد آتے رہے، اور اسی طرح
نبی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی بشارت سے آئی فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ
یہ کہ میں نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت دی اپنی بد اعمالی
کی وجہ سے خارج ہو گئے۔

جب بد اعمالیاں خدا کی بشارت سے محروم کر دیتی ہیں

تو اسی طرح بد اعمال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

سے بھی خارج ہو جاتے ہیں، اگر کسی طرح یہ مان لیا جائے کہ نیرید

معمر کہ روم میں نجوشی شریک ہوا تھا تب بھی یہ کہنا پڑے گا کہ

بعد کی بد اعمالیوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے

نکال باہر پھینک دیا، جس طرح خدا کی بشارت میں کوئی صراحت

نہیں تھی اور جہلہ نبی اسرائیل کو خدا کی بشارت دیدی گئی تھی مگر

بد اعمال بعد میں اس بشارت سے محروم ہو گئے اسی طرح آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے آنحضرت معمر کہ قسطنطنیہ شریک

ہونے والوں کے لئے تھی، مگر نیرید بعد ازاں اہلبیت کے ساتھ

بدترین اور ظالمانہ سلوک اور فسق و فجور کی طرف دوبارہ لوٹ

آنکی وجہ سے بشارت منفرت سے الگ ہو گیا۔

أهلبیت پر مزیدی ظلم کی ابتداء اور انتہا

تاریخ طبری کا اردو ترجمہ تاریخ اسلام کے صفحہ ۲۷۷ پر
محرر ہے۔

یزید بن معاویہؓ شروع رجب ۶۰ھ میں بادشاہ ہوا
اس نے ولید بن عقبہ عامل مدینہ کو لکھا کہ جب تمہیں میرا یہ خط پہنچے
تو حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے پاس بلاؤ اور
ان دونوں کو میری بیعت پر مجبور کرو اگر یہ دونوں انکار کریں
تو ان کی گردن مار دو اور ان کے سر مجھے بھیج دو۔ لوگوں کی بیعت
پر مجبور کرو جو انکار کرے اس پر یہی حکم جاری کرو۔

تاریخ ابن خلدون اردو کے صفحہ ۷۶ پر ہے۔

”ولید بن عقبہ نے ان لوگوں (حسین بن علیؓ اور عبداللہ
بن زبیرؓ) سے بیعت لینے کی بابت اس مروان بن حکم
سے مشورہ کیا۔ مروان نے رائے دی کہ اسی وقت وہ لوگ
بلائے جائیں اگر یزیدؓ کی بیعت کر لیں تو بہتر درزاں سے
پیشتر کہ امیر معاویہؓ کے افعال سے واقف ہوں قتل کر دیئے۔

جائیں۔

تاریخ اسلام ابو نعیم عبد الحکیم خاں نشتر جالندھری
و عبد الحمید صاحب حمید ایم اے کے صفحہ ۳۰۲ پر ہے۔

یزید نے تخت پر بیٹھے ہی ولید بن عقبہ عامل مدینہ کو
ان بزرگوں سے بیعت لینے کے لئے تاکید کی حکم بھیجا، ولید نے
مردان بن حکم سے مشورہ کیا، اس نے رائے دی عبد الرحمن
بن ابی بکرؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ کی طرف سے تو کوئی خطرہ نہیں
لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ
بن زبیرؓ کو فوراً طلب کر کے بیعت کے لئے مجبور کر دے
اگر وہ ذرا بھی بیت و صل سے کام لیں تو ان کی گردن
مار دو۔

ڈاکٹر طاہر حسین مصر کے محقق اور نقاد اپنی کتاب
”عثمان و علیؓ“ کے صفحہ ۵۶۰ پر فرماتے ہیں۔

”یزید کے لئے ہر راست کی بات نہ تھی کہ اس کی اطاعت
میں کوئی پس و پیش کرے، وہ خیال کرتا تھا کہ اس کی اطاعت
تمام لوگوں کا فرض ہے ٹال مٹول کرنے والا اس کے نزدیک
گردن زدنی تھا“

مورخین کے ان بیانات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ
 یزید نے تحت نشین ہوتے ہی بلاد و امصار میں لوگوں سے
 اپنے عاملوں کے ذریعہ سے بیعت لینا شروع کر دی۔ اور
 ان بزرگوں سے بیعت لینے کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوا۔
 کہ جنہوں نے اسکی ولیعہدی کی بیعت نہ کی تھی۔ ان میں حضرت
 امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ ولید بن عقبہ
 عالم مدینہ نے یزید کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ میں
 حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما
 کو گورنراؤں میں بلایا۔ بعض مورخوں کا کہنا ہے کہ یزید کا خط
 ولید بن عقبہ کو رات کے وقت ملا تھا اسی وقت ان دونوں
 بزرگوں کو طلب کیا گیا۔ دونوں بزرگوں نے غیر معمولی طلبی کا
 مقصد بھانپ لیا تاہم امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر دونوں
 ولید کے بلاوے پر تشریف لے آئے۔ ولید نے انہیں یزید
 کا حکم سنا یا تو عبداللہ بن زبیرؓ نے کچھ بہات مانگی اور
 امام حسینؑ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھ جیسا شخص پوشیدہ طور پر
 بیعت نہیں کر سکتا۔ عام لوگوں کو بیعت کے لئے طلب کیجئے
 میں بھی آجاؤں گا۔ جو سب کی رائے ہوگی اسی پر عمل کیا جائیگا۔

یہ کہ آپ تشریف لگے۔ مروان نے ولید سے کہا انہوں نے حم
نے میرے مشورے پر عمل نہ کیا اور ہاتھ آیا ہوا شکار چھوڑ دیا۔
ولید نے جواب دیا۔ ”میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نواسے کے خون سے اپنا دامن اعمال آلودہ نہیں کر سکتا
واللہ قیامت کے روز جس شخص کے حسینؑ کے خون کا
مطالبہ کیا جائے گا۔ وہ سخت خسارے میں ہوگا“

ابن خلدون کا کہنا ہے کہ امام حسینؑ کے پاس تشریف لے جانے
کے بعد مروان ولید کو ملامت کرنے لگا۔ ولید نے کہا۔ ”اے
مروان واللہ مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ میں حسینؑ کو بیعت نہ کرنے
پر قتل کرتا اگرچہ مجھے تمام عالم کا مال مل جاتا یا میں اس کا مالک
بن بیٹھا“

جب ولید نے بار بار آدمی بھیج کر امام حسینؑ و عبد اللہ
ابن زبیر کو بلایا تو آخر دونوں نے مدینۃ الرسولؐ کو چھوڑنا
گوارا کر لیا چنانچہ وہ یکے بعد دیگرے رات کے وقت مدینہ
روانہ ہو گئے۔ یہ یزید کی طرف سے امام حسینؑ پر پہلا ظلم تھا۔
کراسے انہیں جزار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام چھوڑنے پر مجبور
کر دیا۔ امام حسینؑ پھر مدینہ لوٹ کر نہ آ سکے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لے آئے تو کوفیوں
 نے خطوط اور وفود کے ذریعہ سے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت
 دی اور لکھا کہ ہم لوگوں نے نعمان بن بشیر کوفہ کے گورنر کے
 ہاتھ پر بیڑی کی بیعت نہیں کی نہ جمعہ اور عید میں اس
 کے ساتھ شریک ہونے میں اگر آپ آجائیں تو ہم اسکو نکال دیں
 گے بعض مورخ کہتے ہیں کہ کوفہ والوں کی طرف سے امام حسین
 رضی اللہ عنہ کے پاس خطوط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
 کے زمانے ہی سے آتے تھے، جب کوفیوں نے امام عاتق
 کو بہت زیادہ خط بھیجے اور باصرار انہیں کوفہ آجانے کی بار
 بار درخواست کی تو آپ نے صحیح صورت حال معلوم کرنے کے
 لئے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا، حضرت مسلم جب
 کوفہ پہنچے تو بے شمار کوفیوں نے اُن کے ہاتھ پر امام حسین
 رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کر لی حضرت نعمان بن بشیر
 رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے انہیں
 اہلبیت سے عقیدت تھی اس لئے انہوں نے حضرت مسلم سے
 کام پر کوئی گرفت نہ کی، حضرت مسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
 کو لکھ بھیجا کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیے یہاں کے لوگ

آپ کو چاہتے ہیں وہ دھڑا دھڑا میرے ہاتھ پر آپ کے لئے بیعت کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت مسلمؓ کے خط آنے سے مطمئن ہو گئے اور انہوں نے کوفہ تشریف لے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور کہا کہ جب تک اہل کوفہ اپنے امیر کو مار ڈالیں اس کو مال کوٹ لوٹ لیں ہرگز نہ جلیئے، اگر آپ ان کے بلاتے پر جاتے ہیں تو ان کا امیر ان میں موجود ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کو لڑائی کے لئے بلاتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو دھوکہ دیں گے، جھٹلائیں گے اور آپ کی مخالفت کریں گے، اور سب سے زیادہ وہی آپ کے دشمن ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کو حجاز ہی میں قیام کرنے کا مشورہ دیا، آپ نے جواب میں فرمایا: "میرے جدا مجھنے فرمایا ہے کہ ایک منیڈھے کی بدولت کعبہ کیلئے حرتی ہوگی، مجھے یہ منظور نہیں وہ منیڈھے میں ہی ہوں،"

کوفہ کو روانگی

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی آپ کو کوفہ جانے سے منع کیا، اور دوران گفتگو روپڑے امام حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی درخواست پر عمل نہ ہو سکا۔

مجبوراً عبداللہ بن عمرؓ رخصت ہو کر چلے گئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب کوفہ کو روانہ ہونے والے تھے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ بھر آپ کو روکنے کی کوشش کی لیکن جب آپ نہ مانے اور ارشاد فرمایا میں تو مجسم ارادہ کر چکا اب کسی طرح نہیں رک سکتا، حضرت

عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کیا، خیر اگر آپ جاتے ہی میں اپنے بڑے گورنوں کو نہ بچاؤں گے انہیں سب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح آپ شہید نہ کر دیئے جائیں اگر ایسا ہوا تو آپ کے لشکر اور عورتیں بریشتان و سرگرداں ہوں گی، آپ نے اس جواب کو چھوڑ دیا۔

امام حسینؓ بن علیؓ مع اپنے

اہل بیت کے جس میں بیچے، عورتیں اور مرد تھے، مکہ سے کوفہ

روانہ ہو گئے۔

۴ ادھر کوفہ میں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی کامیابی اور
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ان سے چشم پوشی کے
واقعات یزید کو پہچاد بیٹے گئے، اس نے عبید اللہ بن زیاد کو
کوفہ کی گورنری دے دی اور گورنری کی سند مسلم بن عمرو الباقی
کی معرفت روانہ کی اور یہ بھی کہا کہ مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے
قتل کر ڈالنا یا شہید کر دینا۔ (ابن خلدون)

۵ ابن زیاد نے کوفہ میں آتے ہی یزید کے حکم سے نعمان بن بشیر
کو معزول کر دیا، اور اہل کوفہ کو ایسا ڈرایا دھمکایا کہ انہوں نے
حضرت مسلم بن عقیلؓ کا ساتھ چھوڑ دیا، حالانکہ یہ لوگ امام
حسینؓ رضی اللہ عنہ کے لئے ان کے ہاتھ پر ہزاروں کی تعداد
میں ہجرت کر چکے تھے اور ہر طرح امداد کا وعدہ دے چکے تھے
اور یہی لوگ حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلانے والے
تھے، ابن زیاد نے حضرت مسلم کو گرفتار کر دیا اور بالآخر
یزیدی حکم کے تحت انہیں قمارمارت میں بلا کر بے دردی
کے ساتھ شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
ابن زیاد اور حضرت مسلمؓ کے درمیان کچھ دیر تک باتیں

ہوتی رہیں۔ حضرت مسلمؓ کی حق گوئی کی وجہ سے ابن زیاد و خنساک
ہو کر کہنے: ”مجھے اللہ مارے اگر میں تجھے اس طرح قتل نہ کروں
کہ آج تک اسلام میں اس طرح کوئی قتل نہ کیا گیا ہو گا (ابن خلدون)
حضرت مسلمؓ نے فرمایا: ”بے شک یہ بیانت تجھ ہی میں

ہے کہ اسلام میں بدعات و بد خلقی و خیانت کا موجد ہو، ابن زیاد
یہ سن کر حیدر اٹھا ان کو حسینؓ بن علیؓ و عقیلؓ کو سخت و سخت
کہنے لگا: مسلم بن عقیلؓ نے کچھ جواب نہ دیا تھا خاموش رہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اپنے اہل عیال اور بعض
اعزاء و اقربا کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے صفاح تک
پہنچے تھے کہ راستے میں فرزدق شاعر مل گیا، آپ نے اس سے
کہنے والوں کا حال پوچھا، اس نے جواب دیا کہ ”کوفیوں کے
دل آپ کے ساتھ ہیں، مگر ان کی تلواریں نبی امیہ کے ساتھ؟“

امام خالیق رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جانب سفر جاری رکھا
یہاں تک کہ مقام فعیلیہ میں آپ کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کے
شہید ہونے کی اطلاع ملی، بعض کی رائے ہوئی کہ آپ یہیں
سے واپس، چلے، کوفہ میں آپ کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے
نہ عقیلؓ رہے۔ ”واللہ ہم سر زمین کوفہ کو اس وقت تک نہیں چھوڑینگے

جب تک مسلمؑ کے خون کا بدلہ نہ لیں گے یا جیسا کہ مسلمؑ نے موت کا ذائقہ چکھا ہے، ہم بھی نہ چکھ لیں، امام حسین رضی اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا: "تم لوگوں کے بعد پھر زندگی کا کیا لطیف ہو گا۔"

عرض امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بنو عقیل کے اسرار سے مجبور ہو کر ثعلبیہ سے روانہ ہو کر زبالہ میں جا اترے۔ یہاں انہیں اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کے شہید ہونے کی خبر ملی جنہیں آپ نے اثنائے راہ سے مسلمؑ بن عتیبؑ سے پاس بھیجا تھا۔ یہ گرفتار ہو کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیے گئے جنہیں اس شقی القلب نے شہید کرادیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوران سفر آس پاس کی بستیوں میں رہنے والے بہت لوگ مددگار کے طور پر آپ کے ساتھ ہو گئے تھے، آپ نے زبالہ میں حضرت مسلمؑ اور عبداللہ بن یقطرؑ کی شہادت کی اطلاع اپنے ساتھیوں کو دی اور ارشاد فرمایا جو شخص واپس جانا چاہتا ہو، لوٹ جائے ہم اس سے کچھ مواخذاہ نہ کریں گے، اس فقرہ کو سن کر لوگ دائیں بائیں محیٹ گئے، صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ہمراہ آئے تھے بطن عقبہ میں پیچھے تو ایک عرب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی مراعاتاً کو نہ جانے سے منع کیا آپ نے

اس کی بجائے سنی کو قح کر کے شراف پہنچے۔ زد چشم پر حرب بن
 یزید تمیمی ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ کو ملاقات حسین
 بن نمیر نے قادسیہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بھیجا
 تھا۔ حرب بن یزید تمیمی نے کہا کہ "ہم کو یہ حکم ملا ہے کہ اگر آپ سے
 ملاقات ہو جائے تو ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں یہاں
 تک کہ آپ کو کوفہ میں عبداللہ بن زیاد کے پاس لے چلیں۔"
 حسین بن علیؑ نے جواب دیا کہ میں سے تو موت بھلی ہے اور اچھے
 سہرا ہیوں کو وہاں چلنے کا حکم دے کر سوار ہوئے۔ حرب نے روکا
 اور عبداللہ بن زیاد کے پاس چلنے پر مجبور کیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے
 حرب بن یزید اور اس کے ساتھیوں کو خطوط کی دو ٹھیلیاں دکھائیں
 جو اہل کوفہ نے آپ کو بھیجے تھے اور ان خطوط میں آپ سے کوفہ
 آنے کی بار بار تاکید کی تھی، حراور اس کے ساتھ اہل کوفہ نے کہا
 کہ "ہم ان خطوط کے کاتبین نہیں ہیں۔"

ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج دے کر آپ کے
 مقابلے پر بھیجا۔ عمرو بن سعد نے آپ کے کوفہ آنے کا سبب پوچھا
 آپ نے جواب میں فرمایا، "مجھے اس شہرت شرف اور دروسا منے

طلب کیا تھا پس اگر تم کو یہ ناگوار ہی ہو تو میں واپس جانے پر آمادہ ہوں؟

عمر بن سعد نے یہی جواب ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔ ابن زیاد نے لکھ بھیجا "حسینؑ سے بیزید کی بیعت لو، اگر وہ بیعت کر لیں تو جو مناسب ہو گا کیا جائے گا۔ اور اگر بیعت سے انکار کریں تو بے تامل جنگ کرو۔ ان پر اور ان کے ہمراہیوں پر پانی بند کر دو

امام حسینؑ کی تین تجویزیں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر بن سعد سے دو چار بار ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان ملاقاتوں میں عمر بن سعد کے سامنے یہ تین باتیں رکھیں اول وہ (عمر بن سعد) ان (امام حسینؑ) کو حجاز جانے دے تاکہ جہاں سے آئے ہیں واپس چلے جائیں، دوم یا ان کو بیزید کے پاس شام لے چلیں، سوئم یا ان کو مسلمانوں کی کسی سرحد پر جانے دیں تاکہ وہ سرحد کے ایک فوجی بن جائیں جہاد کریں اور وظیفہ پائیں۔

عمر بن سعد نے منظور کر لیا اور کہا کہ میں ابن زیاد سے مشورہ کرتا ہوں، عمر نے ابن زیاد کو حضرت حسینؑ کی پیش کردہ

لکھیں۔ لیکن ابن زیاد اس کے سوا کسی بات پر تیار نہ تھا کہ حضرت
 حسینؑ کو مجبور کرے، چنانچہ اس نے جواب لکھ کر شمر ذی الجوشن
 کو دیا اور کہا کہ یہ خط عمر کو پڑھ کر سنانا اور دیکھنا وہ کیا کرتا ہے اگر
 حسینؑ سے لڑنے کے لئے کھڑا ہو جائے، تو تم بھی اس کے ساتھ رہو
 اور حسینؑ سے فرصت پالینے تک اس کی نگرانی کرتے رہو۔ اور
 اگر لڑنے سے انکار کرے یا تاخیر کرنا چاہے تو اس کی گردن مار کر
 تم اس کی جگہ فوج کے افسر بن جانا۔ عمرو بن سعد نے جواب
 پڑھنے اور ابن زیاد کا حکم مدلول کرنے کے بعد ہی حضرت حسینؑ سے
 لڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے حضرت حسینؑ سے مطالبہ
 کیا کہ وہ ابن زیاد کی اطاعت قبول کر لیں، حضرت حسینؑ نے انکار
 کیا اور کہا اس سے تو موت اچھی ہے اس کے بعد عمر نے فوج کے
 ساتھ حضرت حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا، حسینؑ کے
 ساتھ کل ۷۲ آدمی تھے دو پہر تک جنگ جاری رہی حضرت
 حسینؑ کو ان بھائیوں اور بھتیجیوں کو اور مٹھی بھر سا پھنوں کو
 سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور اکثر شوق کر دیئے گئے،
 حضرت حسینؑ نے جگر خراشی کے انتہائی مناظر دیکھے انہوں
 نے دیکھا کہ ان کے بیٹے، بھائی، بھتیجے ان کی آنکھوں سے

سامنے قتل کئے جا رہے ہیں اور آزمائش کی ساری تلخیاں برداشت کر لینے کے بعد قتل ہونے والوں میں وہ آخری مقتول ہونگے عمرو بن سعد کے کچھ تھوڑے سے ساتھی جو ابن زیاد کی روش برداشت نہ کر سکے کہ حضرت حسینؑ کی پیش کردہ باتوں کو ٹھکرا دیا اپنی فوج سے الگ ہو کر حسینؑ کے ساتھی بن گئے تھے انہوں نے بھی حسینؑ کے ساتھ مدینہ کی جنگ کی اور ان کے سامنے قتل ہوئے حضرت عثمانؓ و علیؓ رضی اللہ عنہما ڈاکٹر طہ حسینؒ صفحہ ۵۶۵۔

ڈاکٹر صاحب سمجھ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ اس کے بعد عورتوں کو غلاموں کی طرح قید کیا گیا، ان عورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی بیٹی حضرت زینبؓ بھی ہیں۔ پھر ان کو ابن زیاد کے پاس لایا جاتا ہے جو شرم اور رسوائی کے مارے اتنی ردا داری کرتا ہے کہ جب علیؓ ابن حسینؑ جو ابھی چھوٹے تھے اور جن کو ابن زیاد قتل کر دینا چاہتا تھا اس سے کہا "اگر تمہارے اور ان عورتوں کے درمیان کوئی رشتہ ہے تو کسی مثنیٰ آدمی کے ساتھ انہیں شام بھجوا دو تو اس کو یاد آیا کہ اس کا باپ ابو سفیان کا بیٹا تھا پھر تو بڑا شرمندہ ہوا، اور علیؓ بن حسینؑ کے قتل سے باز رہا اور

حسینؑ کے گھر والوں کے ساتھ انہیں بھی یزید کے پاس بھیجا دیا
 اس کے بعد مقتولوں کے سر جن میں حضرت حسینؑ کا سر مبارک بھی
 تھا یزید کے سامنے پیش کیا۔ یزید نے حضرت حسینؑ کے دانتوں
 پر اپنے ہاتھ کی بید رگڑی اور کھاوہ تلواریں بڑے بڑے ہرکشتوں
 اور ظالموں کے سر توڑ دیتی ہیں جو ہم پر ہیست گرا رہے ہیں، رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بھی اس وقت یہاں
 موجود تھے، انہوں نے یزید سے کہا، ایسا مت کرو میں نے
 ان دانتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار ہونٹ
 رکھتے دیکھا ہے، یہ کہہ کر وہ کھڑے ہو گئے اور مجلس سے چلے گئے۔
 قیدیوں کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا، ابتداء میں تو اس
 نے سختی برتی لیکن پھر نرم ہو گیا، اچھا سلوک کیا، اور اپنے گھر
 والوں کے پاس بھیج دیا، اس کے بعد ان کو عزت و احترام کے
 ساتھ مدینہ روانہ کر دیا، راویوں کا خیال ہے کہ یزید اس
 طرح حضرت حسینؑ کے قتل سے اپنی برأت کا اظہار کرتا
 ہے، اور اس کے گناہ کا سارا بوجھ مرجانہ کے لڑکے عبید اللہ
 ابن زیاد پر ڈالتا ہے، لیکن ہم نے نہیں دیکھا کہ اس نے ابن زیاد
 کو برا بھلا کہا ہو، اس کو سزا دی ہو، یا اس کو معذرت

کر دیا ہو، (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ صفحہ ۶۶)

مورخین کے بیان پر مختصرہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق

مورخین کے بیانات سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ ولید بن عقبہ کو زمرہ مدینہ کے نام یزید بن معاویہ کے

خط سے نیکر کر بلا تک کے واقعات سے یہ حقیقت سامنے

آتی ہے کہ یزید کو سب سے زیادہ دشمنی امام حسین رضی اللہ عنہ سے

تھی۔ وہ جانتا تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کسی صورت سے اس کی بیعت

نہیں کریں گے۔ اس لئے اس نے تخت نشین ہوتے ہی

امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو شہید کروانے کا مقصد ارادہ

کر لیا۔

مورخ طبری نے یزید کے خط بہام ولید بن عقبہ

میں صاف لکھا ہے کہ یزید نے ولید کو اپنے خط میں یہ حکم دیا

تھا کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ بیعت نہ کریں، تو ان کی گردن

مٹا دو۔ پھر ولید کو مروان بن حکم نے بھی حضرت عبداللہ

بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کی بیعت کرنے سے انکار

کی صورت میں انہیں شہید کرنے کا ہی مشورہ دیا تھا۔

عمرو بن سعد کے سامنے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو تجاویز رکھی تھیں، عمرو نے کہا کہ میں نے کے منتقل ابن زیاد سے مشورہ کروں، اس نے عمرو کو شمر ذی الجوشن کے ہاتھ اس مضمون کا خط بھیجا کہ حسینؑ کے لئے سوائے ایک راستہ کے اور کوئی راستہ نہیں یا وہ یزید کے لئے بیعت کریں یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ ابن زیاد کو یزید کا ہی حکم تھا کہ میری بیعت سے کم کسی بات پر حسینؑ بن علیؑ سے رعایت نہ کرنا یہی وجہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہر مبارک جب یزید کے محل میں پہنچا، تو وہ خوش ہوا، اور اس ظالم نے اپنی چھڑی ان کے دانتوں پر رگڑی، اور خریہ شمر پرٹھے۔

۳۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنگ کے ارادے سے کوئٹہ روانہ نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے گھر کے بچوں عورتوں بوڑھوں اور جوانوں سب کو ساتھ لے لیا، اگر آپ جنگ کے ارادے سے نکلتے، تو سب سے پہلے اس کے لئے آپ لوگوں سے کہتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔

۳۔ آپ کو جب حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہ لیجائیے۔ اگر آپ شہید کر دیئے گئے تو بچے اور عورتیں سرگرداں و پریشان ہونگی، مگر آپ نے ابن عباس کی تجویز پر عمل نہ کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یقین تھا کہ بڑیا انہیں اور ان کے گھروالوں کو آرام سے بیٹھنے نہیں دے گا۔ خاص طور پر جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ میں مکہ سے کوفہ پہنچ رہا ہوں، تو وہ مکہ میں میرے اہل و عیال کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کرے۔ اس لئے امام حسینؓ نے بچوں اور عورتوں کو بھی ساتھ لیجانا مناسب سمجھا، اگر آپ جنگ کا ارادہ لے کر مکہ سے نکلتے تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر نہ جاتے انہیں تو کوفہ والوں نے سنیکڑوں خط لکھ کر اور کئی دند بھیکر بلایا تھا۔

۴۔ آپسی انتظار کی خواہش میں کوفہ روانہ نہیں ہوئے تھے آپ کو جب معلوم ہوا کہ جن کوفیوں نے مجھے بلایا ہے۔ وہی میرے مخالف ہو گئے ہیں، اور جب انہیں حضرت مسلمؓ بن عقیلؓ کے شہید ہونے کی اطلاع ملی تو آپ نے مکہ لوٹ جانے کا خیال کر لیا، لیکن حضرت مسلمؓ کے عزیزوں کے جواب سے

مجبور ہو کر آپ نے گوندہ کی طرف سفر جاری رکھا۔

۴۔ آپ نے جنگ سے بچنے کی انتہائی کوشش کی یہاں تک کہ آپ نے اپنی تین ستمناویز میں یہ تجویز بھی پیش کی، مجھے یزید کے پاس پہنچا دو میں خود اس سے معاملہ کر لوں گا، لیکن ابن زیاد اور شمر لعین نے کسی تجویز کو قبول نہیں کیا، اور وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے، اس لئے کہ یزید یہ نہیں چاہتا تھا کہ بیعت سے پہلے میری اور حضرت حسینؑ کی ملاقات ہو اس لئے اس نے ابن زیادہ وغیرہ کو یہی ہدایت کی تھی کہ یا تو حسینؑ سے میری بیعت لویا ان سے جنگ کر کے انہیں شہید کر دو حضرت امام حسینؑ نے جب دیکھا کہ مجھ پر جنگ مسلط کی جا رہی ہے تو آپ نے اتمام حجت کے طور پر جنگ سے قبل کئی خط لے کر لوگ اپنے وعدوں کا احساس کر کے اور ان کے رفت ثنائی کے سنا کر جنگ سے ارادے سے باز آجائیں مگر لوگوں پر خرابی نیت کی وجہ سے آپ کی باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا بالآخر آپ میدان جنگ میں نکل آئے اور بہادری سے لڑ کر شہادت کے بلند ترین مرتبے پر پہنچ گئے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ جنگ حق کی حماقت میں باطل سے لڑی اس جنگ میں

ان کی اپنی کوئی ذاتی خواہش نہیں تھی محض اعلیٰ کا نامہ الحق کا جذبہ
 تھا جس نے امام حسینؑ کو چند حق پرستوں کے ساتھ فسق و فجور
 اور ظلم و عدوان کے مقابلے پر ڈٹ جانے پر آمادہ کیا۔

جہاد یا جنگ اقتدار

جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے
 ساتھ اقتدار کی جنگ لڑی وہ آپ پر بہتان باندھتے ہیں
 اور بہت بڑا گناہ اپنے سر لیتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد
 بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس ہدایت پر پورا
 پورا عمل کیا جو انہوں نے ابن ملجم کے قاتلانہ حملے کے بعد جناب
 امام حسن اور جناب امام حسین رضی اللہ عنہما کو کی تھی۔

بیخ البلاء اور صفحہ ۹۰ مکتوب نمبر ۷۷ میں ہے۔
 ”تم دونوں کو میری وصیت یہ ہے کہ خدا سے ڈرتے
 رہنا اور دنیا کے پیچھے نہ دوڑنا۔ اگرچہ دنیا تمہارے پیچھے
 دوڑے۔ دنیا کی کسی محرومی پر نہ گڑھنا، ہمیشہ حق
 کے لئے تمہاری زبان کھلے، ہمیشہ ثواب کے لئے تمہارا ہجر
 جہاد اور ہمیشہ ظالم کے خلاف نبنا اور مظلوم کے مددگار۔“

حسین کریمین رضی اللہ عنہما یزید کی طرح اپنے والد بزرگوار
 کے نافرمان نہیں تھے، یزید نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی
 ان تمام ہدایت کو نہ صرف نظر انداز کر دیا جو انہوں نے وفات
 سے قبل ہاشمیوں بالخصوص حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے
 بارے میں اسے فرمائی تھیں بلکہ ان کے خلاف کیا اور سب
 سے زیادہ مظالم ہاشمیوں اور امام حسین رضی اللہ عنہ ہی پر
 ڈھائے، مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے پدر
 بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرما بزرگوار تھے۔
 آپ نے ان کی آخری ہدایت پر ان کی مرضی کے مطابق عمل
 کر دکھایا یزید کے مقابلے میں آپ کی زبان حق کے لئے کھلی
 آپ کا اجر ثواب حق کیلئے تھا، آپ ظالم کے حریف اور مظلوم
 کے مددگار بنے۔

بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب صفحہ ۱۸۱ پر حضرت
 علی الجوبیری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ
 علیہ جو اپنے زمانے کے قطب اور ظاہری و باطنی علوم کے
 عامل و عالم تھے ارشاد فرماتے ہیں۔

آئمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم بیست میں شیخ آل

مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم تمام تعلقات دُنیا سے مجرّد
حضرت امام ابو عبد اللہ حسین بن علی بن ابوطالب رضی
اللہ عنہ آپ زبّان کے محقق اولیاء میں سے اور اہل صفائے
لبطن کے قبیلہ ہیں کربلا کے شہید اہل طریقت آپ کے حال
وسیرت کی درستی پر متفق ہیں اس لئے کہ جب تک حق
ظاہر تھا آپ حق کے تابع رہے اور جب امر حق مغلوب
ہو کر گم ہونے لگا، تو آپ نے تلوار سونت لی اور جب تک
انہی عزیز جان اللہ کی راہ میں قربان نہ کر دی آرام نہ کیا،
حق پسندوں کے لئے حضرت گنج بخش علیہ الرحمۃ کا ارشاد
کافی ہے تاہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا کے
واقعات کے سلسلے میں حق پر ہونے کی حقیقت ایک مورخ
کی زبان سے بھی سن لیجئے۔

مقدمہ ابن خلدون اردو صفحہ ۷۷ پر ہے۔
”جب یزید کا شوق و فحور تمام اہل زمانہ کے سامنے آشکارا
ہو گیا تو طرفدارانِ اہلبیت نے کوفہ سے حضرت امام حسین
رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور لکھا کہ آپ تشریف لائیں ہم آپ کی
پشت پناہی میں ہیں حضرت امام نے سوچا کہ یزید کی بدکاریوں کی

و جس سے یزید کے خلاف اٹھنا تو ہے ہی خصوصاً جبکہ اس پر قدرت بھی ہو تو پھر تاخیر کیوں کی جائے اور اپنے اپنے میں مکی اہلیت بھی پائی اور نہ کہ بھی ۱۰ اہلیت تو بہر حال آپ میں آپ کے خیال سے بھی زیادہ تھی مگر شوکت کے اندازہ میں آپ صحیح نقطہ نظر پر نہ پہنچ سکے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے معاملہ نہیں میں کچھ غلطی ہوئی لیکن چونکہ یہ غلطی امر دنیوی میں تھی اس لئے یہ آپ کی عظمت شان پر اثر انداز نہ ہو سکی رہا حکم شرعی تو اس کے سمجھنے میں آپ نے ہرگز غلطی نہیں کی، کیونکہ اس کا مدار آپ کے گمان پر تھا۔ اور آپ کا گمان ہی تھا کہ آپ کو خروج پر قدرت حاصل ہے۔ حضرت امام شہید ہیں اور مستحق ثواب اور اپنے اجتہاد پر ہیں اور حق بجانب ہیں؟

ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے، آپ کی جنگ شوق و مجور کے استھیال اور امر حق کی بحالی اور اس کے تحفظ کی خاطر تھی نہ کسی ذاتی غرض کے لئے مگر یزید کے حامیوں اور اہلیت کے دشمنوں نے بالکل اس کے خلاف یزید کو خلیفہ برحق مانا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیکر معاذ اللہ یہ کہا کہ امام حسین

اپنے نام کی شریعت کے بموجب قتل کئے گئے مطلب یہ کہ شہید نہیں ہوئے۔ ایسے لوگوں کو یزید دوستی نے اندھا کر دیا ہے انہوں نے حقیقت سے آنکھیں موند لی ہیں ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ان کے کان ہیں مگر سنتے نہیں۔ ان کے دل ہیں مگر سمجھتے نہیں وہ جانوروں کی مثل ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اللہ کریم ہدایت فرمائے۔

یزید کو خلافت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یزید کو خلیفہ کنا یا سمجھنا خلافت کو منہ چڑانا ہے۔ یزید ایک بادشاہ تھا وہ بھی ظالم و جابر اور فاسق و قاجر۔ ظالم، جابر، فاسق، فاجر خلیفہ نہیں ہو سکتا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں وضاحت ہو چکی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بادشاہ تھے مگر عادل و معصوم خلافت کا دور تو اس وقت ہی ختم ہو چکا تھا۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بعض شرائط پر صلح کرتے ہوئے خلافت سے دست برداری اختیار فرمائی تھی۔ بنو امیہ کے حکمران محض رسمی طور پر خلفاء کہلاتے تھے، حقیقتاً وہ بادشاہ تھے۔ ان کے طرز حکومت میں خلافت کے رنگ کی بجائے بادشاہت کا رنگ واضح تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ المختار

اردو کے صفحہ ۲۱۳ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۰۰ بن ابی شیبہ نے مصنف میں سعید تمیم سے روایت کی کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ بنی امیہ کہتے ہیں کہ خلافت ہمارے خاندان میں ہے انہوں نے کہا وہ چھوٹے ہیں بلکہ وہ بادشاہ اور سخت ترین بادشاہ میں اور سب سے پہلے بادشاہ معاویہ ہیں۔ غرض یہ کہ یزید ایک ظالم بادشاہ تھا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف جہاد کر کے خدا تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ اور شہادت کا بلند ترین مرتبہ پایا ہے۔

حاکم وقت کی اطاعت

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم وقت کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی معاذ اللہ نافرمانی کی ہے۔

اللہ کریم کا یہ فرمان صحیح ہے اور واجب اطاعت کہ لے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اور

اولی الامر کی (یعنی امیر کی) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان
 بھی بجا اور درست ہے جو بخاری شریف میں انس بن مالک سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکم مالو
 اور اطاعت کرو اگر تم پر ایک حبشی غلام جس کا سر گنجا ہو حاکم
 مقرر کیا جائے؟ یزید کے سہمہ رو اور یہی خواہ اطاعت امیر
 کے سلسلہ میں مذکورہ بالا دلیلیں و پیکر عوام کو یہ کہہ کر گمراہ
 کرتے ہیں کہ دیکھئے اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام نے
 حاکم وقت کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے اور اس کے
 حکم کو ماننے کا حکم دیا ہے۔ یزید کے دوست بعض ایسی روایتیں
 بھی پیش کرتے ہیں کہ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر حاکم وقت سے
 کوئی برائی بھی دیکھنی پڑے تو اسے دیکھ لو اور صبر کرو اس
 کے خلاف بغاوت نہ کرو، کیونکہ حاکم وقت کے خلاف باغی کو
 قتل کی سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان
 روایات پر عمل نہیں کیا۔ آپ نے یزید کے خلاف بغاوت کر دی لہذا
 حاکم بدین آپ شریعت محمدی کی بنا پر قتل کے لگے نہ کہ شہید ہوئے۔
 یزید کے دوست یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک حاکم وقت
 سے کفر بواح کھلم کھلا کفر ظاہر نہ ہو، اس کے خلاف خروج

شرعاً جائز نہیں۔

یزید کے مہر و دوس نے اپنی نوبت کو پہنچا دیا، اب ذرا ہماری بھی سُن لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں حاکم وقت کی اطاعت کرنے اور اگر اس سے کوئی بُرائی سرزد ہو جائے اس پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن گناہ کے کاموں میں اس کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے سے روک دیا ہے۔

حضرت نافعؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے ارشاد فرمایا: **اَسْمَعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمَلِكُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ أُمِرَ بِهَا فَطَاعَ** (بخاری شریف کتاب الاحکام) مسلمان پر (اپنے) امام اور بادشاہ اسلام کی اطاعت واجب ہے خوشی یا ناخوشی ہر حال میں جب تک گناہ کا حکم اس کو نہ دیا جائے پھر جب (امام یا بادشاہ اسلام کی طرف سے) اس کو گناہ دنا جائز کام) کا حکم دیا جائے تو نہ سننے اور نہ اطاعت کرے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سُورۃ بقرہ) میں ایک شکر بھیجا اور اس

کا سردار ایک انصاری (عبداللہ بن خذافہ نہ سہمی) کو مقرر کیا اور
 لوگوں کو یہ حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں ورنہ میں ایسا اتفاق
 ہوا کہ (عبداللہ بن خذافہ نہ ان لوگوں پر غصے ہوئے کہنے لگے کہ کیا
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ میری
 اطاعت کرنا انہوں نے کہا بیشک یہ حکم تو دیا تھا عبداللہ نے کہا تو میں
 تم کو یہ کہتا ہوں کہ تم لکڑیاں جمع کرو، انگارے سلگاؤ اور پھر اس
 آگ میں گھس جاؤ۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں آگ سلگائی جب اس
 میں گھسنے کا قصد کیا تو ایک دوسرے کو بچنے لگے کہنے لگے ہم نے جو
 اپنے باپ دادا کا دین چھوڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 پیروی کی تو محض (دوزخ) کی آگ سے بچنے کے لئے اب ہم پھر
 آگ میں داخل ہو جائیں (تو اسلام لانے سے اتنی تکلیف اٹھانے
 کا کیا فائدہ ہوا) اتنے میں آگ خود بخود بجھ گئی اور عبداللہ کا غصہ
 بھی جاتا رہا پھر یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا
 گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا **لَوْ دَخَلُوهَا مَآخِرُ جَوَامِتِهَا**
أَبَدًا أَنْتُمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ اگر یہ شکر دے اس آگ
 میں گھس جاتے تو کبھی اس میں سے نہ نکلنے (محکم کی اطاعت)
 جائز کاموں میں کرنی چاہیے (بخاری شریف کتاب الاحکام)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد

جب پہلی مرتبہ خطبہ دیا تو اس میں ارشاد فرمایا: "میں تمہارا سردار بنا یا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں پس اگر میں نیک کام کروں تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو، اور اگر میں کوئی غلط راہ اختیار کروں تو فرض ہے کہ تم مجھے سیدھے راستے پر قائم کرو۔" (تاریخ اسلام اکبر شاہ خاں نجیب آبادی حصہ اول صفحہ ۲۷۹)

بخاری شریف کی مذکورۃ الصدرا احادیث سے بالکل واضح

ہے کہ گناہ اور ناجائز کاموں میں امیر اور حاکم کی اطاعت کرنا تو درکنار اس کی بات بھی نہیں سنی جائیگی۔

یزید کو گھر بیٹھے ایک وسیع و عریض سلطنت بے سخت و شفقت

مل گئی تھی۔ لیکن اس نے خدا کے اس انعام کی قدر نہ کی اور پہلے سے بھی زیادہ احکام شرعیہ کے خلاف عمل کرنے والا بن گیا اور بقول طحاوی "وہ یہ خیال کرتا تھا کہ اسکی اطاعت تمام لوگوں پر فرض ہے، طامال مٹول کرنے والا تو اس کے نزدیک گردن زدنی تھا۔" (عثمان و علی و بنوہ اردو ترجمہ صفحہ ۵۶) اگر وہ خلیفہ

برحق ہوتا تو ہرگز ایسا خیال نہ کرتا اور نہ خلاف شرع اعمال کا مرتکب نہ ہوتا بلکہ خلفائے راشدہ کے نقش قدم پر چلتا۔ یا اگر

وہ بادشاہ عادل ہوتا تو کم از کم اپنے والد حضرت امیر معاویہؓ کا ہی اتباع کرتا جب عادل بادشاہ ہی نہ تھا تو خلیفہ کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ ایک ظالم اور بد اعمال بادشاہ تھا جس کی اطاعت حسین رضی اللہ عنہ جیسا امت کا امام نہیں کر سکتا تھا۔ اگر یزید عادل و متصف اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے والا اور ان کا تحفظ کرنے والا ہوتا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس کی بیعت بھی کر لیتے جیسا کہ انہوں نے اور ان کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی تھی۔ یزید نواز لوگوں نے یزید کو تو خلفائے راشدین کے مرتبے سے بھی (معاذ اللہ) بڑھا دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ دیا تو فرمایا کہ لوگو! نیک کام کروں تو میری مدد کرو، اور اگر غلط راہ اختیار کروں تو تمہارا فرض ہے کہ مجھے سیدھا کر دو۔ مگر یزید نوازوں نے نہ تو حد ہی کر دی۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر حاکم دقت سے کوئی بھائی دیکھو تو اس پر صبر کرو۔ صبر کی بھی تو حد ہوتی ہے جب حاکم وقت سراپا بھائی کا مجسمہ بن جائے، اور دین کی قدریں اس کے ہاتھوں پامال

ہونے لگیں تو ایسے وقت صبر کی تلقین کہاں کی گئی ہے ؟ اور حق پرستوں
سے کیونکر صبر ہو سکتا ہے ؟

یزید اور کفر بواح

یزید کے دوست کہتے ہیں کہ جب تک حاکم وقت سے کفر بواح
یعنی کھلم کھلا کفر ظاہر نہ ہو اسکی مخالفت نہیں کی جائے گی۔ اور اس
کے خلاف خروج نہیں کیا جائے گا۔

بخاری شریف کتاب الفتن میں ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ایک حدیث جو عبادہ بن صامت سے مروی ہے
اس میں آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ
اقرار بھی لیا کہ جو شخص حاکم بن جائے ہم سے جھگڑانہ کرے۔ اَلَا
اَنْ تَرَوْا الْكُفْرَ بَوَاحًا عِنْدَ كَمِ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ
البتہ جب تم اعلانیہ اسے کفر کہتے دیکھو تو اللہ کے پاس تم کو دلیل
مل جائے گی۔

تیسرا بخاری شرح بخاری پارہ ۲۹۰ صفحہ ۴ کے حاشیہ
پر اس حدیث کی شرح میں ہے۔

اللہ سمجھے پاس دلیل ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جب حاکم

اعلانیہ کفر کرنے لگے۔ تو اس سے لڑنے پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہو سکا۔ دوسری روایت میں یوں ہے جب تک وہ تم کو صاف اور صریح گناہ کا حکم نہ دے۔ دوسری روایت میں ہے، جو حاکم اللہ کی نافرمانی کرے، اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے، ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے، جو تم کو ایسی باتوں کا حکم کریں گے جن کو تم نہیں پہچانتے اور ایسے کام کریں گے جن کو تم جڑا جانتے ہو تو ایسے حاکموں کی اطاعت کرنا تم کو لازم نہیں یہ جو فرمایا اللہ کے پاس تم کو دلیل مل جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے لڑنے اور اسکی مخالفت کرنے کی سند مل جائے گی اس سے یہ نکلا کہ جب تک حاکم کے قول یا فعل کی کوئی تائید شرعی ہو سکے، اس تک اس سے لڑنا اور اس پر فوج کرنا جائز نہیں البتہ اگر صاف و صریح وہ شرع کے خلاف حکم دے اور قواعد اسلام کے برخلاف چلے جب تو اس پر اعتراض کرنا اور اگر نہ مانے تو اس سے لڑنا درست ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے چاہا تھا کہ انہیں ینہ بد کے پاس پہنچا دیا جائے، ایسا کرنے سے آپ کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ آپ اس کو اصلاح احوال کی طرف توجہ دلائیں

ممکن ہے کہ بالمشافہ تفکر ہونے سے یزید پر کوئی اچھا اثر
 پڑے، اور وہ میری نصیحت کو قبول کر کے فسق و فجور سے باز
 آجائے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی ذات سے کوئی کد
 نہ تھی، اس کی بد اعمالی سے نفرت تھی، امام حسین رضی اللہ عنہ
 کی خواہش کے باوجود انہیں یزید سے ملاقات کرنے کا موقع
 نہیں دیا گیا، یزید نفس و شیطان کا بندہ بن رہا تھا اور
 عیش و عشرت میں مبتلا رہنے سے وہ انسانی لذتیں حاصل کرتا
 تھا، اس نے سوچ لیا کہ اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
 سے ملنا ہوگئی، اور انہوں نے مجھے اس بواہرہی سے باز رکھنے
 کی ہدایت فرمائی اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حسین علیہ السلام صرف
 یزید کی اصلاح چاہتے ہیں، اگر آج وہ نیک اور صالح بن جائے
 تو امام عالی مقام اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں، امام حسین
 رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے اور ان کی ہدایتوں کے بعد جو لوگوں
 کے علم میں آچکی ہوں گی، اگر میں نفس و شیطان کا بندہ بنا رہا
 اور اس نے امام حسین علیہ السلام کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور پھر
 ان کے خلاف اگر کوئی سخت قدم اٹھایا تو تمام لوگ میرے
 خلاف ہو جائیں گے اور سلطنت میرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

اور میری اس عیش کوشی کا خاتمہ ہو جائے گا جسے میں ختم نہیں کرنا چاہتا، بہتر یہ ہے کہ ان کو قریب نہ آنے دیا جائے، اور یہ بہاد قائم کر رکھا جائے کہ وہ میری بیعت نہیں کرتے، خلیفہ کے خلاف بغاوت کمر ر ہے ہیں، اس طرح ان کے شہید کرنے کا جواز نکل آئے گا۔ اور پھر ان کے بعد کوئی مجھے میری من مانی کارروائیوں پر روکنے ڈر گئے والا نہیں رہیگا، یزید نے جو سوچا وہ کر دکھایا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یزید کی اصلاح کی صورت باقی نہیں رہی، اور مجھے اپنے فتن و فجور کے سامنے جھکانا چاہتا ہے، اور مجھ پر جنگ مسلط کر رہا ہے، تو آپ میدان چھار میں نکل آئے۔

اگر یزید سے کفر بواح صادر نہیں ہوا تھا، تو یہ بتایا جائے کہ حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کیوں نہ کی تھی یہ واقعہ بخاری شریف کتاب نقض میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے ال الفاط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ **بِمَا شَلَعَ أَشْلُ الْمَدِينَةِ يَزِيدُ بْنُ مَعْرُوفٍ** جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی جمع ابی

عَمْرٍا حَمْتَهُمْ قَوْلَهُ تو ان عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسین اور بیعت سے مسلمانوں کو بالارہ شہید کر دیا، قتل عمر کے مقتب سیرۃ النبا بارہم میں ہے **وَمَنْ يَقْتُلْ مُحَمَّدًا** **فَنُجِّنَ آتَمُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ** **أَعْدَائِهِ** عذاب

عمرؓ کی شہید کر دیا گیا۔ اس وقت پر لکھی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد مدینہ میں بیعت کی تھی، لیکن میں نے اپنے نفس کو دیکھ کر اس بیعت سے انکار کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ نے بیعت کی تھی، تو آپ نے اپنے نفس کو دیکھ کر اس بیعت سے انکار کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ نے بیعت کی تھی، تو آپ نے اپنے نفس کو دیکھ کر اس بیعت سے انکار کر دیا۔

عمرؓ کی شہید کر دیا گیا۔ اس وقت پر لکھی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد مدینہ میں بیعت کی تھی، لیکن میں نے اپنے نفس کو دیکھ کر اس بیعت سے انکار کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ نے بیعت کی تھی، تو آپ نے اپنے نفس کو دیکھ کر اس بیعت سے انکار کر دیا۔

گھروالوں۔ لونڈی غلاموں کو جمع کیا۔

حدیث کے اگلے حصے میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے گھروالے اور ان کے لونڈی غلام بھی یزید کی بیعت فسخ نہ کر دیں اس لئے ان کو ہدایت و نصیحت کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ حضرت امیر معاویہؓ کے کہنے سے یزید کی ولیعدی کی بیعت کیلئے تیار نہیں ہوئے تھے اور نہ انہوں نے یہ بیعت کی تھی، مگر حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد انہوں نے بذریعہ تحریر یزید کی بیعت کرنی یزید ان سے خوش ہو گیا یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ یزیدؓ کے ظلم و تشدد سے محفوظ رہے۔ تسیر الباری شرح بخاری کے صفحہ ۲۵ پر حاشیہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ کا مذہب یہ تھا کہ گویزید فاسق ہو مگر فسق و فجور کی وجہ سے اسے معزول نہیں کیا جاسکتا جیسے ہمارے زمانے کے اکثر فقیہوں کا قول ہے، اس سلسلے میں اصل بات تو یہ ہے کہ یزید کی بیعت ہی درست نہ تھی، کیونکہ اہل حل عقد نے اس سے بیعت نہیں کی تھی، سب مسلمانوں کے سردار اس وقت

امام حسین علیہ السلام کئے انہوں نے اور دوسرے انوارِ بیعت
اور صحابہؓ نے اس سے بیعت نہیں کی تھی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ
ابن عمرؓ کی بیعت کے متعلق تاریخ الخلفاء اردو کے صفحہ ۱۱۳ پر فرمایا ہے
”ابن اسکندر کہتے ہیں کہ جب یزید کی بیعت کی گئی تو حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ شخص اگر اچھا نکلا تو ہم اس سے
راہی رہیں گے ورنہ بلا پر صبر کریں گے۔“

مورخین نے بالافتاق لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے وفات
سے قبل یزید کو یہ یقین دلایا تھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ حضرت
عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت سعید بن عثمان رضی اللہ عنہم کی طرف سے تیرے
لئے کوئی خطر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یزید ان کی طرف متوجہ نہیں
ہوا۔ اسکے ظلم و عدوان کا نشان سب سے پہلے حضرت امام
حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاءؓ بنے پھر حضرت عبداللہ بن
زبیرؓ اور کچھ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے ہزاروں صحابہؓ اور
صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین

یتسیر الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ اہل مدینہ
کے یزید کی بیعت توڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ پہلے مدینہ والوں نے

یزید کو اچھا آدمی سمجھ کر اس سے بیعت کر لی تھی۔ پھر لوگوں کو
 اس کے دریافت حال کے لئے بھجوا یا تو معلوم ہوا کہ وہ کم نعت
 فاسق، فاجر، شراب خوار ہے۔ تب انہوں نے یزید کو نائب
 عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا، اور یزید کی
 بیعت توڑ دی۔ یزید یہ سن کر غصے ہو گیا اور مسلم بن عقبہ کو فوج
 دیکر اس نے مدینہ بھیجا اور یہ حکم دیا کہ
 جب مدینہ والوں پر غلبہ آ جاؤ، تو تین دن تک قتل و خون
 ریزی کرتا رہنا۔

واقعہ حرہ

جامع التواریخ مطبوعہ نوکشتور کے ص ۱۵۱ پر ہے۔

ابن زبیرؓ عمال یزیدؓ کو مدینہ مکہ بیروں نمود و ہم طائف اعیان مدینہ
 دمشق رفتند و دیدند کہ یزیدؓ شراب سے خور و باسگاہ ہنکار می
 رود و در مجلس اور طنبور میوزا زند و با اہل فسق مجلس سے نماید
 بمعائنہ آن اہل مدینہ بخیع یزید بدست عبداللہؓ بن حنظلہؓ بیعت
 نمودند یزید بدو یافت آن مسلم بن عقبہ را بالمشکر شام روانہ
 کرد و آن بعین بعد از اسطراحل بمدینہ رسید مدت سنہ شہاں

روز در قتل و غارت اہل مدینہ و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصور نہ ساخت بعد از فراغت از مهم مدینہ ہا و اس سند شصت و چہار ہجری بعزم بخار بہ با عبد اللہ بن زبیر روانہ مکہ مگر دید دورا تھا کہ راہ مرغی ہر و مستری گشت سپارہ و تحین بن نمیر سپردہ خود بدو زخ پیوست و حنین مقابلہ عبد اللہ بن زبیر نمود بعد از قتال مقابلہ مرزوم کہ ہنرم شدہ متحق گشتند و حنین کے را احاطہ ساختند و زمان محاصرہ از ابتدا کے سفر تا آخر ربیع الاول امتداد یافت و در آخر ماہ ربیع ثانی فوت یزید ہجرت رسید حنین با سپاہ شاہ ہدیار خود روی نہاد۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے یزید کے عمال کو کہتے تھا کہ دیا۔ مدینہ کے منبر آگوں کی ایک جماعت مشتق روانہ ہوگی انہوں نے وہاں جا کر دیکھا کہ یزید شراب پیتا ہے، شکاری کتوں کے ساتھ شکار کو جاتا ہے، اس کی مجلس میں حضور اچھا جاتا ہے وہ شادی و خجار لوگوں کے ساتھ نشست رکھتا ہے، یہ دیکھ کر ابن زبیر نے یزید کی بیعت تردی والی اور عبد اللہ بن خلف کے ہاتھ پر بیعت کر لی یہ بات جب یزید کا علم میں آئی، اس نے مسلم بن عقبہ کی ایک مشاہدہ کے ساتھ روانہ کیا، وہ حنین پہنچ کر ہجرت مدینہ پہنچا

اس نے متواتر تین دن تک اہل مدینہ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی، مدینہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد ۸ ہجری کے شروع میں عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ روانہ ہوا سفر کے دوران اسے ایک مہلک مرض نے آ رہا تھا اس نے (مسلم بن عقیقہ) حصین بن نمیر کو شامی فوج کا سپہ سالار بنایا اور خود جہنم رسید ہو گیا، حصین نے عبداللہ بن زبیر سے جنگ کی مکہ کے لوگ شکست کھا کر گرفتار ہوئے، حصین نے مکہ کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ اتنے دنوں سے ربيع الاول کے آخر تک رہا، اسی اخبار میں یزید کے انتقال کی خبر آ گئی، حصین نے محاصرہ اٹھایا اور شامی فوج کو میکہ شام روانہ ہو گیا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ قریباً کہتے ہیں، تاریخ الخلفاء

اردو کے ۲۲۵ پر ہے۔

۸۰۰ ھ ہجری میں یزید کو زہرا بنتی کہ اہل مدینہ اس پر غرور کیا جاتے ہیں اور اسکی بیعت سے انکار کرتے ہیں، یہ سن کر اس نے میکہ بیت برائے ان کی طرف روانہ کیا، اور مدینہ والوں سے اعلان جنگ کر دیا پھر مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر پر شکر کشی کا حکم دیا، چنانچہ یہ لشکر بیاں پہنچا اور واقعہ حرتہ باب طیبہ پر واقع ہوا۔

اور واقعہ حرۃ جلالت ہو گیا تھا۔ اس کی کیفیت حسن اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں رہا تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو ہزار ہا صحابہ شہید ہوئے۔ مدینہ شریف لوٹ لیا گیا۔ ہزاروں لڑکیوں کی کجبت شکریوں نے بکارت زائل کر دی نا اللہ وانا الیہ راجعون۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اہل مدینہ کو ڈرائیگا خدا تعالیٰ اس کو ڈرائیں گے اور اس کے اوپر اللہ اور فرشتوں لد تمام آدمیوں کی لعنت ہوگی۔

جب یہ لشکر مکہ معظمہ آیا تو حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کر لیا ابن زبیر نے بھی ان سے مقابلہ کیا چونکہ آپ محاصرہ میں تھے۔ اس لئے آپ پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے جن کے شراروں سے کعبہ شریف کا پردہ اور اس کی چھت اور اس دہانہ کے سنگ جل گئے جو حضرت اسمعیل علیہ السلام کے فریستے لے بھی گیا تھا؟ تاریخ ابن خلدون صفحہ ۱۳۹ پر ہے۔

”شامی لشکر نے مدینہ میں داخل ہو کر تین روز تک قتل عام کا بازار گرم رکھا اور لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ابن خلدون صفحہ ۱۴۰ پر ہے۔“

شانی لشکر ۲۶ محرم ۱۰۷۵ھ کو مکہ معظمہ کے قریب پہنچ گیا۔

اہل مکہ کو یزید کی بیعت کے لئے طلب کیا۔ ان لوگوں نے اس سے انکار کر دیا اور اڑاکی کی طرف سے تیاریاں شروع ہو گئیں جس سے بن ہبیر نے کوہ ابو قیس پر پختہ یقین نصیب کیا اور یہ جو شب و روز خانہ کعبہ پر سنگباری کرتی تھیں کوئی شخص طواف نہ کر سکتا تھا۔ بقیہ محرم اور ذی الحجہ صفر کا اس دورِ حالت سے گزر گیا، یہاں تک کہ ربیع الاول کی بھی قیس کی تاریخ آگئی۔ شاہیدوں نے خانہ کعبہ پر آگ لگا کر سوائی، چھت اور چاروں طرف سے آگ لگا دی۔ بنو اڑاکی کا طاقت نہیں رہا تھا کہ یزید فرمایا، اس کی موت کی خبر عبداللہ بن زبیر کو پہنچ گئی۔ عبداللہ بن زبیر نے پکار مچائی، اے کعبہ اے محمد واللہ اب تم کیوں لڑ رہے ہو جو تمہارا گمراہ سردار ہو گیا؟

تاریخ اسلام مصنفہ نصر جابر صری و عبدالحمید صاحب قیام ایم اے کے صفحہ ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹ پر ہے۔

۱۔ مسلم بن غنیم نے حرہ کی طرف سے مدینہ پر حملہ کر دیا، اور تین دن تک گھسٹاؤں کا رن پڑا، اور مدینہ نے خوب جہم کھرا دیا۔ لیکن آخر شکست کھائی، اکابر مدینہ شہید ہوئے پھر

مسلم نے مدینہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کرنے کا حکم دیا
 شامی فوجوں نے تین دن تک یہ سلسلہ جاری رکھا، مدینہ
 منورہ کی تباہی کا یہ واقعہ جو زید کے نامہ اعمال کا دوسرا
 سیاہ ورق ہے ۲۸ ہجری ۶۳۰ء کو رونما ہوا، بعد ازاں مسلم
 بن عقبہ نے حضرت عبداللہؓ کو زبیرؓ سے مقابلہ کے لئے مکہ کی
 راہ لی، راستے میں بیماری کی وجہ سے اس کی حالت نازک ہو گئی
 اس نے حسین بن نمیر کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور سفر آخرت
 اختیار کیا، اس نے ۲۶ محرم کو مکہ پہنچ کر حرم کا محاصرہ کیا جہاں
 حضرت زبیرؓ امان گیر تھے، پہلے انہوں نے مکہ سے باہر نکل کر
 مقابلہ کیا پڑی فوں ریز جنگ ہوئی پھر مکہ میں محصور ہو کر مدافعت
 کی آخر حسین بن نمیر نے سنگ باری شروع کی، خانہ کعبہ کے کچھ
 حصے کو نقصان پہنچا، اسی اشار میں زبیرؓ کی موت کی خبر آئی
 اور جنگ ختم ہو گئی،

تاریخ طبری اردو ترجمہ کے صفحہ ۲۸۷-۲۸۸ پر ہے،
 واقعہ حرہ میں مدینہ کی کثیر جماعت میں ایسا کوئی نہ رہا جو قتل
 نہ کر دیا گیا ہو، اس (مسلم بن عقبہ) نے حرم رسول کو مباح کر لیا
 دو شیرہ عہدوں کے اولاد ہوئی جن کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ

کس کی اولاد ہے؟ لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ بیعت کریں قریش کے آدمی کو لایا جانا اور اس سے کہا جاتا کہ اے شخص اس پر بیعت کر کہ یزید پر کا خاندانی غلام ہے وہ کہتا تھا نہیں تو اس کی گردن مار دی جاتی۔ پھر مسلم بن عقبہ بقصد مکہ ابن زبیر سے جنگ کے لئے نکلا۔ راستہ میں اس کی موت آگئی۔ اس نے حصین بن نمیر کو نائب بنادیا تھا۔ حصین بن نمیر مکہ آیا حرم میں ابن زبیر سے جنگ میں مشغول ہو گیا، اور ان پہ ایسی آتش فشاں کی کہ کعبہ کو جلا دیا۔
 واقعہ حرہ سے متعلق مورخین کے بیانات مطالعہ کرنے سے یزید اور اس کے شامی لشکر کے نثرناک کر توت آپ نے ملاحظہ کر لئے کہ یزید کے حکم سے مکہ معظمہ میں کیا ہوا۔

۱۔ تین روز تک متواتر مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لوٹ مار، قتل و غارت، تباہی و بربادی اور خون ریزی جاری رہی، سنیکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم شہید کر دیئے گئے۔

۲۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی،

۳۔ بچے بچے اہل مدینہ سے زبردستی بیعت لی گئی، ہر شخص سے کہا جاتا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم یزید کے

خاندانی غلام ہو، اگر وہ کہتا کہ ہمیں تو اس کی گردن
ماری جاتی۔

۴۔ مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا گیا۔ جو ایک مہینہ سے زیادہ
عرصہ تک جاری رہا۔

۵۔ منجیت سے پتھر برسائے گئے، جس سے کعبہ شریف کا
پردہ اور چھت جل گئی۔

۶۔ لوگوں کو طواف سے محروم کر دیا گیا۔ صبح روایتوں سے
ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں تین دن تک آذان نہیں ہوئی
اس طرح یزید نے مسلمانوں کو نماز سے بھی محروم رکھا۔

غرض کہ ایسے دو مقدس مقامات کی توہین میں کوئی کسر اٹھا نہ

رکھی جواہل ایمان کو جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، جہاں سے غلام
شروع ہوا، اور صحیح روایات کے مطابق جہاں آخر زمانے میں
پھر سمٹ کر آجائے گا۔ ان ذیل حرکتوں کے باوجود یزید کے
نام پر اس کی تعریف میں رطب اللشان ہوتے ہیں۔ اسے
امیر المؤمنین اور خلیفہ متقی پرہیزگار، غازی، مجاہد، امیر الحج
عالم دین اور نہ جانے کیا کہتے ہیں، شرم کا مقام ہے

کیا ان بدترین افعال اور ذلیل ترین اعمال کے صدور پر بھی یہ پیرتہ اللہ علیہ

اور رضی اللہ عنہ کہلانے کا مستحق ہے۔ اس بد سخت پر اور اس کے اعدا و انصار پر خدا کی پھٹکار

غور فرمائیے کہ یہ بد مذہب و بد یزیدیوں سے یہ حرکتیں کیوں ہرزد ہوئیں، اس لئے کہ انہوں نے اہلبیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ کے ساتھ بغایت ہی ظالمانہ سلوک کیا۔ اس سلوک کی وجہ سے ہر طرف لوگوں میں یہ پھیل گیا کہ یہاں تک کہ اہل مکہ و اہل مدینہ نے اس کی بیعت ہی توڑ ڈالی۔ اگر اس کے مداح ثواں اور کاسہ سبوں اس کو اس کے فسق و فجور کے باوجود خلیفہ ہی مانتے تھے تو کم از کم اہل مدینہ و مکہ کے بیعت توڑ دینے کے بعد تو اسے خلیفہ نہیں کہنا چاہیے تھا۔ وہ خلیفہ تھا ہی کہاں؟ وہ ایسا ظالم و جابر۔ خود پرست و خود پس عشی و عشرت کا دلدادہ فسق و فجور میں مبتلا انسان تھا، جسے اتفاق سے آپ بڑے ملک کی بادشاہی مل گئی اسے اس نہ آئی اور اس کی دنیا و آخرت تباہ کرنے والی ثابت ہوئی، بیچ البلاغہ اردو ترجمہ مطبوعہ غلام نبی اینڈ سنز کے صفحہ ۶۴ پر خطبہ نمبر ۱۷۳ میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔ امر خلافت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اس (خلافت) پر قوی اور قادر ہو اور اس کے بارے میں جو احکام خداوندی کا سب سے زیادہ ان کا واقف ہو اور فرض شناس ہو تو اگر اس بات میں کوئی فتنہ انگیزی اور تباہ کاری پر آمادہ ہو تو سب سے پہلے اسے امر حق کی طرف پلٹے پر آمادہ کیا جائیگا اور انکار کی صورت میں اس سے جنگ جائز ہوگی۔

مقدمہ ابن خلدون اور ترجمہ صفحہ ۱۶۹ پر ہے۔

۲۔ خلافت رسالہ میں اس کا نام ہے کہ دین کی حفاظت، غور و پختہ اور سیاست و دنیا میں ترقی و اصلاح کی خاطر اسلام کی ٹھیک ٹھیک جانشین و نیا بنت انجام دی جائے۔ اس کا نام خلافت بھی ہے اور امامت بھی اور خلیفہ کہ خلیفہ بدیعہ کہا جاتا ہے کہ یہ نبی کی امت ہیں نبی کی خلافت و نیا بنت انجام دیتا ہے۔ کبھی مطلق خلیفہ کہتے ہیں اور کبھی خلیفہ رسول اللہ۔

بہنچ ابلاغ اور مقدمہ ابن خلدون کی مذکورہ الصذور تحریروں کو بار بار پڑھئے اور خدا را انصاف کیجئے کہ کیا مزید میں وہ تمام شرائط پائی جاتی تھیں جو ایک نائب رسول علیہ السلام میں ہونی چاہئیں؟ مزید اسے احکام خداوندی کا مذاق

اٹایا۔ اس نے دین کی حفاظت کرنے کی بجائے دین کو برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ سیاست دُنیا میں وہ شارع علیہ السلام کا جانشین ثابت نہیں ہوا۔ اس نے تو دین کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ وہ دُنیا کو دین کے اصولوں پر کس طرح چلاتا؟ کیا پزیریدانی بدکاریوں اور بد اعمالیوں کی وجہ سے اس قابل ہے کہ اسے نبی کی امت میں نبی کی خلافت و نیابت انجام دینے والا کہا جائے؟ یا اسے مطلق خلیفہ اور یا خلیفہ رسول اللہ کہا جائے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا دہی کہہ سکتے ہیں کہ جو پزیرید کی حمایت میں ادھر اُدھر کھلے بیٹھے ہیں اور چاہتے ہیں کہ پزیرید کے ساتھ ان کی دُنیا و آخرت تباہ ہو جائے۔ کاش انہیں اس کا احساس ہوتا۔

صحابہ کرامؓ نے حضرت امام حسینؓ کا کٹھا کیوں نہیں دیا؟

فقہ روایات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں اسلام کی سر بلندی کے لئے پزیریدیوں سے جنگ کی اور بلاشبہ یہ بات ہر تردید سے میرا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر عالمِ مقام رضی اللہ عنہ اعلیٰ کلمۃ الحق ہی کے لئے نکلتے تھے تو پھر صحابہؓ نے ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ حق کے لئے لڑتے تو صحابہؓ

مذہب ان کے ساتھ دیتے اس کا جواب مورخ ابن خلدون کی زبان سے سنئے فرماتے ہیں :-

” حضرت امام حسینؑ کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے یزید کے پاس شام اور عراق میں اور اسی طرح ان کے تابعین یزید پر خروج کو نامناسب سمجھتے تھے اگرچہ وہ فاسق ہی تھا۔ کیونکہ اس میں نقصان اور خون ریزی کا خطرہ تھا اس لئے وہ اس سے بچے رہے اور حضرت امام حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا۔ مگر یہ بھی نہیں کہ ان کو ہلاکت تھی۔۔۔۔۔

یا ان کو گمراہی کا کارٹھن تھا کیونکہ آخر آپ بھی تو مجتہد تھے اور پیغمبرین کی یہی صفت ہے کہ ان کے اختلاف کو باعث گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح ان صحابہ کو بھی گناہ کا کارٹھن ماننا سنت غلطی ہے کہ جنہوں نے حضرت حسینؑ کی مدد سے یا تھ کھینچی کیونکہ ان میں اکثر صحابہ تھے اور یزید کے ساتھ تھے اور اس پر خروج کو بقا ضائع وقت جائز نہیں مانتے تھے مگر امام حسینؑ نے کسی پر بھی ان میں سے یہ الزام نہیں لگایا کہ وہ میری مدد سے بیٹھ رہا اور میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ یہ ضرور جانتے تھے کہ صحابہ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے اور آپ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے۔ پھر اس پر کیا گرفت اور کیا الزام۔ ہر ایک کا اجتہاد اپنا اپنا الگ ہے۔ پھر یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ جس طرح دیگر صحابہ نے

اجتہادِ اختلاف کے باعث حضرت امام کا ساتھ چھوڑا اسی
 طرح امام موصوفہ (امام حسینؑ) کی شہادت بھی انہی صحابہؓ کے
 اجتہاد ہی سے ہوئی ہوگی بخدا کی پناہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے اس
 گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی ذمہ داری تو صرف یزید اور اس کے ساتھیوں
 کے کندھے پر ہے، پھر یہ بھی نہ کہیے کہ جب صحابہؓ کو امیر نے یزید کے
 فاسق ہونے پر بھی اس پر خروج کو جائز قرار نہیں دیا تو یزید کے
 افعال بھی ان کے نزدیک صحیح ہوں گے، ہرگز نہیں، فاسق کے
 وہی اعمال و افعال صحیح اور قابلِ نفاذ ہوتے ہیں جو شریعت کے
 دائرہ میں ہوں، یہاں قتال کی تو کوئی صورت صحابہؓ کے نزدیک
 منصوص نہ تھی کہ اس کو وہ جائز رکھتے کیونکہ باغیوں سے قتال کیسے
 ان کے نزدیک امام عادل کی سرکردگی لازم ہے جو یہاں عقود ہے
 اس لئے کہ یزید امام عادل نہیں کہ اس کی کمان میں لڑائی لڑی جائے
 خلاصہ پوری بات کہ یہی نکلا کہ صحابہؓ کے نزدیک نہ تو میں کما
 یزید سے لڑنا جائز تھا نہ یزید کی بیگم، امام موصوفہ کے ساتھ
 بلکہ یزید نے جو کچھ نازیبا حرکت کی وہ اس کے فسق و فجور کو ظاہر
 اور بخت گرتی ہے اور اس کی بد اعمالیوں پر ہر گز تہنید و تحفہ
 امام شہیدین اور مستحقِ ثواب اور اس پر اجتہاد پر ہیں اور حق بجانب

جو صحابہؓ یزید کے ساتھ تھے وہ بھی چونکہ اپنے اجتہاد پر قائم تھے، اس لئے وہ بھی حق ہی کے پیرو مانے جائیں گے؟

مقدمہ ابن خلدون اردو صفحہ ۲۲۷ - ۲۲۸ -

خدا تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ابن خلدون کو اس کے اس بیان نے مسئلہ بالکل صاف کر دیا اور کوئی شک باقی نہیں رہا۔

ابن خلدون کے بیان سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے :-

۱۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یزید کو فاسق سمجھنے سے باوجود فتنہ و فساد اور خون ریزی کے ثبوت سے اس کے خلاف خروج کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

۲۔ اگرچہ صحابہؓ نے امام حسینؑ کا ساتھ نہیں دیا لیکن یزید سے جنگ کرنے کے مسئلہ میں ان کو نہ برا کہتے ہیں نہ گناہ گزار پھرتے ہیں۔ کیونکہ وہ انہیں امام حسینؑ کو بھی مجتہد مانتے تھے اور مجتہدین کا اختلاف باعث گناہ نہیں سمجھا جاتا۔

۳۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان صحابہؓ کو جنہوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا گناہ گزار نہیں پھرایا۔ ان کو برا کہا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ صحابہؓ کا عمل بھی اجتہاد پر ہے اور مجتہد

سے اگر غلطی بھی ہو جائے تو اس پر گرفت نہیں ہوتی
۴۔ یزید نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروایا، یزید
نے ایسا کر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اس کی ذمہ داری
یزید اور اس کے ساتھیوں کے کندھے پر ہے صحابہؓ اس
الزام سے بری ہیں۔

۵۔ یہ خیال کرنا درست نہیں کہ صحابہؓ نے جب یزید کو فاسق
سمجھنے کے باوجود اس پر خروج کو مناسب نہ سمجھا تو ان کے نزدیک
یزید کے افعال صحیح تھے کیونکہ فاسق کے وہی اعمال افعال
صحیح ہوتے ہیں جو شریعت کے دائرہ میں ہوں امام حسین
اندان کے ساتھیوں کے خلاف جو کچھ نازیبا حرکت کی وہ
صحابہؓ کے نزدیک صحیح نہیں تھی اس سے تو یزید کا فسق
و فجور اور بڑھ گیا اور سخت ہو گیا، یہ نازیبا حرکت یزید
کی بد اعمالیوں پر مہر لگاتی ہے۔

۶۔ اگر امام حسینؓ کے خروج کو بغاوت ہی سمجھ لیا جاتا تو باغیوں
سے جنگ کرنے کے لئے امام عادل کی قیادت ضروری تھی۔
یزید امام عادل نہ تھا، فاسق و فاجر تھا، لہذا صحابہؓ کے
نزدیک یہاں قتال کی کوئی صورت متصور نہ تھی۔

سبب تصنیف

کچھ عرصہ ہوا محمود احمد عباسی نامی ایک شخص کی کتاب "خلافت معاویہ
 یزید" نظر سے گزری۔ کتاب کے مقصد نے اس میں یزید کی بے مدنی
 عیدہ خوانی کرتے ہوئے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم
 شخصیت کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے والا
 حقوڑی دیکھ کے لئے سوچنے لگ جاتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
 حق پر تھے یا یزید ؟

مزید یہ کہ کتاب میں بفضلہ تعالیٰ اس مسئلہ کو نہایت ہی آسان پیرایہ
 میں قرآن و حدیث، علمائے اسلام اور ثقہ مؤرخین کے بیانات
 کی روشنی میں حل کیا گیا ہے ۔

ماظرب کرام اگر بالکل غیر جانبدار ہو کر حسین بن علیؑ اور یزید
 بن معاویہؑ کا مطالعہ کریں گے تو انشاء اللہ العزیز وہ بڑی آسانی
 سے اس نتیجہ پہ پہنچ جائیں گے کہ حق و صداقت کے حامل حضرت امام حسین
 رضی اللہ عنہ تھے یا یزید۔ یہی وہ مقصد ہے کہ جس کی خاطر یہ کتاب تصنیف
 کی گئی ہے۔ اللہ کریم شرف قبریت عطا فرمائے، آمین، بوسیدہ سید سلیمان علی اللہ
 علیہ وسلم سید محمد ریاض الدین سہروردی نازری حشری

صفحہ تعارف

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی	۲	حمد و نعت
۱۸	رد میوں سے جنگ و مہم کی بشارت	۳	نذرانہ عقیدت
۲۴	اہلبیت پر یزیدی ظلم کی ابتداء اور نتیجہ	۴	حسین علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں
۳۲	گوفہ کو روانگی	۸	امام حسینؑ اور اہل بیت رسول
۳۶	امام حسینؑ کی تین تجویزیں	۱۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی تفصیلت
۴۱	مؤرخین کے بیان پر تبصرہ	۲۰	امام حسینؑ بارگاہ رسالت میں
۴۵	جہاد یا جنگ اقتدار	۲۹	امام حسینؑ علیہ السلام کی نظریں
۵۰	حاکم وقت کی اطاعت	۵۲	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
۵۶	یزید اور کفر براہ		ذات سے قبل امیر معاویہؓ کی نیکی
۶۲	واقعہ حرہ	۶۲	گم و وصیت
	صحابہ کرامؓ نے حضرت امام حسینؑ	۷۳	حضرت امیر معاویہؓ بادشاہ عادل
۶۲	کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟	۸۰	یزید کی تخت نشینی
۸۱	یزیدیوں کا عبرت ناک انجام	۹۰	آیت مودۃ
۸۱	منہج حضرت امام حسینؑ	۱۰۲	یزید بن معاویہؓ خدا کے حضور
۲	از خواجہ احمد علیؒ		یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور
۱۸۸	سبب تصنیف کتاب	۱۰۶	